دیکھی ہوئی دنیا

جلد:۸

مدینہ منورہ کے متبرک مقامات	قطر	مسجد عبد القیس
نیشنل میوزیم آف قطر	جواثا	حدیقۃ القرآن
قطر نیشنل لائبریری	”الاحساء“ شہر	جبل القارہ

افادات

مُفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظجی بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

خادمِ حدیث شریف: جامعہ دار الاحسان بارڈولی، گجرات

ناشر

نُورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

کتاب کا نام	:	دیکھی ہوئی دنیا:۸
افادات	:	حضرت مولانا مفتی محمود صاحب حافظ جی بارڈولی
صفحات	:	۲۲۰
سن اشاعت اول	:	رجب ۱۴۴۷ھ، مطابق: جنوری:۲۰۲۶ء
ناشر	:	نورانی مکاتب

کتاب ملنے کا پتہ

نورانی پبلیکیشن --- نورانی مکاتب

8140902756

ڈابھیل

محمود نگر، ڈابھیل، نوساری، گجرات

بارڈولی

مریم مسجد، گاندھی روڈ، بارڈولی

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
✵	پیش لفظ	۱۷
	مدینہ منورہ کے مقامات کی کارگزاری	
۱	مقامِ سَرِف	۲۳
۲	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف	۲۳
۳	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے بارے میں ایک عجیب واقعہ	۲۴
۴	اپنے مریدین سے تاکید	۲۵
۵	حدیبیہ کا علاقہ	۲۶
۶	مسجدِ شمسیہ	۲۷
۷	مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف	۲۷
۸	مقامِ تنعیم اور جامع اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ	۲۷
۹	حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا مزار	۲۸
۱۰	حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما	۲۹
۱۱	مدینہ منورہ کے مقامات کی کارگزاری	۲۹
۱۲	مسجدِ غمامہ اور بئرِ ذروان	۲۹
۱۳	غائبانہ جنازے کی نماز	۳۰
۱۴	سورۂ اخلاص کی برکت	۳۰

۱۵	حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ	۳۱
۱۶	”بَیْرُحَاء“ نامی کنواں	۳۲
۱۷	حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان	۳۲
۱۸	حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اوران کی بیوی کا ادب	۳۳
۱۹	جوآقا کو پسند نہیں وہ ہمیں بھی پسند نہیں	۳۳
۲۰	سقیفۂ بنوساعدہ	۳۴
۲۱	بئرِ بُضاعہ کے مقام پر	۳۵
۲۲	احناف کی دلیل پختہ ہوگئ	۳۵
۲۳	دَرب السنۃ کا مبارک راستہ	۳۶
۲۴	مسجدِ ابوذر رضی اللہ عنہ	۳۶
۲۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لمبا سجدہ	۳۷
۲۶	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی	۳۷
۲۷	پیشین گوئی حرف بہ حرف صادق آئی	۳۸
۲۸	انتقال کے وقت بیوی سے بات چیت	۳۸
۲۹	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مزار پر	۳۹
۳۰	حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی میراث کا حل	۳۹
۳۱	”مَا مَسَّتِ النَّارُ“ کا مسئلہ	۴۰
۳۲	مسجدِ اجابہ کے پاس	۴۱
۳۳	دودعائیں قبول ہوئیں اورایک نہ ہوئی	۴۲
۳۴	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مکان کے پاس	۴۳

۳۵	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	۴۳
۳۶	جنت البقیع	۴۵
۳۷	حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کا مکان	۴۵
۳۸	جنگ کے موقع پر اکڑ کر چلنا	۴۵
۳۹	جبل الرایۃ و مسجد الرایۃ کی زیارت	۴۷
۴۰	مسجدِ بنوحرام کے پاس	۴۷
۴۱	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت	۴۸
۴۲	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان	۴۸
۴۳	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ	۴۹
۴۴	نام رکھنے کے پیچھے عربوں کی عجیب سوچ	۴۹
۴۵	مسجدِ فتح	۵۰
۴۶	ہم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی طرز اپنایا	۵۰
۴۷	بدھ کے دن کی فضیلت	۵۱
۴۸	بدھ کا دن نُور کا دن	۵۱
۴۹	مسجدِ بنی غفار	۵۲
۵۰	مسجدِ جُہینہ	۵۳
۵۱	غارِ سجدہ	۵۳
۵۲	حضرت فاطمہ بنتِ حسین رحمۃ اللہ علیہا کا مکان	۵۵
۵۳	مسجدِ منارتین	۵۶
۵۴	حکومتِ سعودیہ کی حیران کُن حکمتِ عملی	۵۶

٥٥	عراق میں قبر منتقل کرنے کا واقعہ	٥٧
٥٦	مذاق ایمان لانے کا سبب بن گیا	٥٧
٥٧	نعش بالکل تروتازہ تھی	٥٧
٥٨	ایک عجیب ایمان افروز واقعہ	٥٨
٥٩	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا باغ	٦١
٦٠	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کا غیبی انتظام	٦١
٦١	مسجدِ قبلتین	٦٢
٦٢	تحویلِ قبلہ کی کیفیت	٦٣
٦٣	تشریع کے وقت ترخیص (آسانی)	٦٣
٦٤	نماز کے منافی عمل سے نماز فاسد ہوجاتی ہے	٦٤
٦٥	مسجدِ بنوقریظہ	٦٤
٦٦	سورج واپس نکل آیا	٦٥
٦٧	اسلام میں سب سے پہلی مسجد: مسجدِ قُبا	٦٦
٦٨	مسجدِ قبا کا جائے وقوع	٦٦
٦٩	مسجدِ قبا کے امام	٦٦
٧٠	مسجدِ قبا میں نماز پڑھنے کی فضیلت	٦٧
٧١	مسجدِ ضرار کا قیام	٦٨
٧٢	''سازش'' کا اڈہ ''آتش'' کے حوالے	٦٨
٧٣	وہ جگہ قیامت تک منحوس ہوگئی	٦٩
٧٤	رہبانیت کی آڑ میں فسق	٧٠

۷۵	نور کی لاٹھی	۷۰
۷۶	مسجدِ حضرت سعد بن خَیثمہ رضی اللہ عنہ	۷۱
۷۷	جنت حاصل کرنے میں جلدی	۷۱
۷۸	مسجدِ جمعہ	۷۲
۷۹	حضرت اُمِ حرام بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا کا مکان	۷۲
۸۰	مسجدِ حضرت عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ	۷۳
۸۱	جس مقصد کے لیے جائیں پہلے وہ کام کریں	۷۳
۸۲	مسجدِ بنو نجار	۷۴
۸۳	مسجدِ فَضیخ	۷۴
۸۴	مسجدِ مسبح	۷۵
۸۵	حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کا ایمان	۷۵
۸۶	حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی بیمار پُرسی	۷۶
۸۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمدردی	۷۶
۸۸	عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار	۷۷
۸۹	بئرِ اریس کا واقعہ	۷۷
۹۰	دربانی اُس دربار کی	۷۸
۹۱	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری	۷۸
۹۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری	۷۹
۹۳	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری ایک شرط کے ساتھ	۸۰
۹۴	کنویں میں انگوٹھی گرنے کا واقعہ	۸۰

۹۵	انگوٹھی گرتے ہی فتنے کا دروازہ کھل گیا	۸۱
۹۶	باغِ سوالہ	۸۱
۹۷	بُستانُ الْمُسْتَظِلّ اور بئرِ عذق	۸۲
۹۸	ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر پتھر بھی نرم ہوگیا	۸۳
۹۹	مسجدِ شیخین	۸۴
۱۰۰	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرمانے کی جگہ	۸۴
۱۰۱	اُحد پہاڑ کے پیچھے	۸۵
۱۰۲	''دجال'' مقامِ جُرف میں	۸۵
۱۰۳	بنوحارثہ کے محلّے میں	۸۶
۱۰۴	سلمان اہلِ بیت میں سے ہیں	۸۸
۱۰۵	کافروں کی پسپائی ورسوائی	۸۹
۱۰۶	کیمپ کی جگہ مسجد	۹۰
۱۰۷	مسجدِ بنوحارثہ	۹۰
۱۰۸	مسجدِ بنوحارثہ کی ایک خصوصیت	۹۰
۱۰۹	اُحد پہاڑ	۹۲
۱۱۰	جنت اور دوزخ کا پہاڑ	۹۲
۱۱۱	یہود کے متعلق ایک بدفالی	۹۳
۱۱۲	ختمِ نبوت کی ایک واضح نشانی	۹۳
۱۱۳	ہندوستان میں انبیاء علیہم السلام کی قبریں	۹۴
۱۱۴	اس بارے میں حضرت نانوتوی کا انکشاف	۹۴

۱۱۵	احد پہاڑ کا غار	۹۵
۱۱۶	جبلِ رُماۃ	۹۵
۱۱۷	مسجدِ ظرب	۹۶
۱۱۸	چار تاریخی مساجد	۹۶
۱۱۹	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے نماز پر مسجد کا قیام	۹۷
۱۲۰	حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی کے باغ والی جگہ	۹۷
۱۲۱	مکاتبت کرلو	۹۸
۱۲۲	حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے اعلان	۹۸
۱۲۳	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے دستِ مبارک سے کھجور کے درخت لگانا	۹۹
۱۲۴	ایک درخت پر پھل نہیں آیا	۹۹
۱۲۵	چالیس اوقیہ چاندی کی ادائیگی کا بھی انتظام ہوگیا	۹۹
۱۲۶	ایک اور معجزہ	۱۰۰
۱۲۷	مسجدِ فقیر اور بئرِ فقیر	۱۰۰
۱۲۸	جنّت کی وادی: وادیٔ بطحان	۱۰۱
۱۲۹	جنت مدینہ منورہ میں موجود ہے	۱۰۲
۱۳۰	مستشفی الظہری - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سسرال	۱۰۲
۱۳۱	رفیق کی جدائی پر اظہارِ غم	۱۰۳
۱۳۲	کعب بن اشرف کے قلعے والی جگہ	۱۰۴
۱۳۳	وادیٔ عقیق	۱۰۴
۱۳۴	معراج کی رات چار مقامات پر قیام	۱۰۵

۱۳۵	علامہ عثمانیؒ کی دلیل	۱۰۵
۱۳۶	اِس وادی میں حضرت عروہؒ کا محل تعمیر کرنا	۱۰۶
۱۳۷	حضرت عروہ بن زبیرؒ کا تعارف	۱۰۶
۱۳۸	حضرت عروہ بن زبیرؒ کا محل اور کنواں	۱۰۶
۱۳۹	یہ پاؤں آج تک کسی گناہ کی طرف نہیں چلا	۱۰۷
۱۴۰	سب سے بہترین دعا	۱۰۷
۱۴۱	عجیب وغریب شکر	۱۰۸
۱۴۲	جبلِ انعم کے پاس	۱۰۹
۱۴۳	بدر اور مکہ مکرمہ کا پرانا راستہ	۱۰۹
۱۴۴	حدیث میں عقیق کے بازار کا ذکر	۱۰۹
۱۴۵	قرآنِ کریم سیکھنے کی فضیلت	۱۱۰
۱۴۶	وادیٔ مُکَیمِن	۱۱۰
۱۴۷	چیزوں کا نام رکھنے میں عربوں کا مزاج	۱۱۱
۱۴۸	تیرہ سو سال پرانی پتھر پر لکھی تحریر	۱۱۱
۱۴۹	یہاں گھر بسانے کی تمنا	۱۱۱
۱۵۰	شیخ یوسف العطیر کا تعارف	۱۱۲
۱۵۱	حی السقیا	۱۱۲
۱۵۲	وادیٔ جن	۱۱۲
۱۵۳	ثنیۃ الوداع اور گھوڑ دوڑ	۱۱۳

۱۵۴	مضمر کی وضاحت	۱۱۳
۱۵۵	حرہ کا علاقہ	۱۱۴
۱۵۶	مدینہ منورہ کا ریلوے اسٹیشن	۱۱۵
۱۵۷	ترکوں کا ادب	۱۱۵
۱۵۸	مسجدِ سقیا	۱۱۵
۱۵۹	کنویں کی بہترین مرمت اور پانی کا نظام	۱۱۶
۱۶۰	حضرت سعد ابنِ ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زمین	۱۱۶
۱۶۱	بئرِ ابی عِنَبہ	۱۱۷
۱۶۲	دنیا کی سب سے بڑی پارکنگ	۱۱۷
	قطر کی کارگزاری	
۱۶۳	قطر میں زیارت کے مقامات	۱۲۰
۱۶۴	۱۹؍رمضان ۱۴۴۵ھ ۳۰؍مارچ ۲۰۲۴ء بہ روز سنیچر سفر کا آغاز	۱۲۱
۱۶۵	مولوی علقمہ سلمہ کا تعارف	۱۲۲
۱۶۶	مولوی زکی سلمہ کا تعارف	۱۲۲
۱۶۷	’’جامعہ دار الاحسان‘‘ نواپور کے قیام میں مولوی زکی کا اہم کردار	۱۲۳
۱۶۸	ڈاکٹر عبد اللہ اسحاق جی کا تعارف	۱۲۴
۱۶۹	بلال بھائی سیدات کا تعارف	۱۲۴
۱۷۰	قطر کے متعلق چند بنیادی معلومات اور اہم خصوصیات-قطر کا تعارف	۱۲۴

۱۷۱	لغت میں قطر کے معنی	۱۲۵
۱۷۲	قطر کی وجہ تسمیہ	۱۲۶
۱۷۳	قطر میں اسلام	۱۲۶
۱۷۴	قطر کی ابتدائی آبادی	۱۲۷
۱۷۵	زبان	۱۲۸
۱۷۶	مذہب	۱۲۸
۱۷۷	قومی دن	۱۲۹
۱۷۸	ذرائعِ آمدنی	۱۲۹
۱۷۹	قطر اور سعودی کی ریت کا فرق	۱۲۹
۱۸۰	قطر کے مشہور اور بڑے شہر	۱۳۰
۱۸۱	الخور	۱۳۱
۱۸۲	الوکرہ	۱۳۲
۱۸۳	اُمّ سعید	۱۳۲
۱۸۴	دخان	۱۳۲
۱۸۵	دفنہ	۱۳۳
۱۸۶	رأس لَفان (Ras Laffan)	۱۳۳
۱۸۷	خور العدید	۱۳۳
۱۸۸	قطر کی چند خصوصیات: وسعتِ ظرفی، سیاہ فام لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک	۱۳۴
۱۸۹	قطر حکومت کی وسعتِ ظرفی کی تازہ مثال	۱۳۴

۱۹۰	عصبیت وتعصب	۱۳۵
۱۹۱	انسانی ہمدردی	۱۳۸
۱۹۲	پردے کا اہتمام	۱۳۸
۱۹۳	فحاشی وعریانیت	۱۳۹
۱۹۴	نظافت کا اہتمام	۱۳۹
۱۹۵	درس وتدریس کا سلسلہ	۱۳۹
۱۹۶	رمضان المبارک میں ہوٹل کے متعلق قانون	۱۴۰
۱۹۷	مساجد کے اردگرد باغیچے (Garden)	۱۴۱
۱۹۸	خطباتِ جمعہ کے متعلق	۱۴۱
۱۹۹	ہیڈفون (Headphone) کا انتظام	۱۴۱
۲۰۰	مساجد میں افطار کا انتظام	۱۴۲
۲۰۱	مساجد میں لکھی ہوئی ہدایات	۱۴۳
۲۰۲	تراویح کے متعلق	۱۴۴
۲۰۳	اسلامی ثقافتی مرکز (Fanar Center) کا تعارف	۱۴۴
۲۰۴	میٹرو ٹرین کا نظام	۱۴۵
۲۰۵	فیفا ورلڈ کپ (FIFA World Cup) کے متعلق حکومت کی دینی ذہنیت اور دینی مزاج	۱۴۵
۲۰۶	کام کے دن	۱۴۷
۲۰۷	"قطر الخیریہ" تنظیم کا تعارف	۱۴۷

۲۰۸	قطری لوگوں کی مال داری	۱۴۷
۲۰۹	ایک ریال میں پانچ یا دس روٹی	۱۴۸
۲۱۰	مسجد کے ذریعے تعاون کی ایک شکل	۱۴۸
۲۱۱	حکومتی صندوق	۱۴۹
۲۱۲	انگلینڈ کی کارگزاری	۱۵۰
۲۱۳	انگلینڈ میں ایک بہترین نظام	۱۵۱
۲۱۴	پرانے برتنوں کے متعلق	۱۵۲
۲۱۵	دعوت وتبلیغ کے متعلق	۱۵۲
۲۱۶	شیخ فہد کا تعارف	۱۵۳
۲۱۷	مکاتب کا نظام	۱۵۴
۲۱۸	موجودہ دور میں مکاتب کی اہمیت	۱۵۴
۲۱۹	مکتب میں پڑھنے کی برکت سے اولاد کے ایمان کی حفاظت	۱۵۵
۲۲۰	شعبۂ تحفیظ القرآن	۱۵۶
۲۲۱	مسلمانوں کا انگلینڈ چھوڑ کر گلف ممالک میں منتقل ہونے کی وجوہات	۱۵۷
۲۲۲	خلیجی (گلف) ممالک کے اسکول کا نظام	۱۵۸
۲۲۳	شوقیہ پرندے پالنا	۱۵۹
۲۲۴	دیہاتی لوگوں کا مزاج	۱۶۱
۲۲۵	اہلِ علم کے لیے ایک افسوس ناک بات	۱۶۲
۲۲۶	۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق ۳۱؍مارچ ۲۰۲۴ء بہ روز اتوار	۱۶۳

۲۲۷	سمندر کے درمیان میوزیم	۱۶۳
۲۲۸	تصویر والی رامائن	۱۶۴
۲۲۹	مسجد جامع مینارتین	۱۶۴
۲۳۰	قطر نیشنل لائبریری (Qatar National library)	۱۶۶
۲۳۱	انسانی تخلیق کے مراحل کے مجسمے	۱۶۸
۲۳۲	حدیقۃ القرآن (کل بیس درخت)	۱۶۹
۲۳۳	ہر ملک کا خصوصی پودا	۱۸۰
۲۳۴	بوٹانکل پارک	۱۸۰
۲۳۵	''الوکرہ'' ساحل پر	۱۸۱
۲۳۶	۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق: ۱ر اپریل ۲۰۲۴ء بہ روز پیر قدیم بحرین اور مسجدِ جُواثا کی زیارت	۱۸۲
۲۳۷	''مسجدِ جُواثا'' کی تاریخ	۱۸۲
۲۳۸	جمعہ کے لیے شہر ہونا شرط ہے: حنفیہ کی دلیل	۱۸۲
۲۳۹	حدود کے متعلق	۱۸۳
۲۴۰	جواثا کی طرف	۱۸۴
۲۴۱	توحید فطری وطبعی چیز	۱۸۵
۲۴۲	مسجدِ جواثا	۱۸۶
۲۴۳	روحانی ٹھنڈک	۱۸۶
۲۴۴	''الاحساء'' شہر میں	۱۸۷

۲۴۵	جبل القارہ	۱۸۷
۲۴۶	مسجدِ اشج بن عبد القیس	۱۸۹
۲۴۷	قبیلۂ عبد القیس اور حضرت اشج بن عبد القیس کا تعارف	۱۸۹
۲۴۸	بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قبیلۂ عبد القیس کی آمد کب ہوئی تھی؟	۱۹۱
۲۴۹	قبیلۂ عبد القیس کا خاندان	۱۹۲
۲۵۰	قبیلۂ عبد القیس کیسے مسلمان ہوا؟	۱۹۲
۲۵۱	وفدِ عبد القیس حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں	۱۹۴
۲۵۲	اَشجِّ عبد القیس کا تعارف	۱۹۵
۲۵۳	اَشجِّ عبد القیس کی فضیلت	۱۹۶
۲۵۴	قطر واپسی	۱۹۷
۲۵۵	گجراتی علمائے کرام کی مجلس	۱۹۷
۲۵۶	مجلس کے مذاکرات کا خلاصہ	۱۹۷
۲۵۷	وقت کی اہم ترین ضرورت: جدید عربی زبان سیکھنا	۱۹۹
۲۵۸	عربی زبان سیکھنے کا مقصد	۱۹۹
۲۵۹	لسان الدعوۃ والتبلیغ: حضرت مولانا عمر صاحب پالنپوریؒ کا ملفوظ	۲۰۰
۲۶۰	حضرت مولانا عمید الزماں صاحب کیرانویؒ کا ملفوظ	۲۰۱
۲۶۱	۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق: ۲؍اپریل ۲۰۲۴ء بروز منگل	۲۰۲
۲۶۲	مولانا ظریف صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تعارف	۲۰۲

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِيْ اخْتَارَنَا لِزِيَارَةِ مَدِيْنَةِ حَبِيْبِهٖ، وَأَكْرَمَنَا بِشَرَفِ الْوُصُوْلِ إِلَى طَيْبَةَ الطَّاهِرَةِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَأَنْعِمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ الَّذِيْ قَالَ: اَلْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. وَقَالَ اَيْضًا: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَاجَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ. وَعَلٰي اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، أَمَّا بَعْدُ:

مدینہ منورہ کے ساتھ عشق ومحبت ہر امتی کے دل میں ایک پاکیزہ اور فطری چیز ہے، ساتھ ہی حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاں جہاں تشریف لے گئے، جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کسی بھی طرح کی نسبت ہے وہ جگہ امتیوں کے لیے تا قیامت بابرکت رہے گی۔

مدینہ منورہ کو اسلام میں خاص مقام ومرتبہ حاصل ہے اور مکہ کی طرح پورے عالم کے مسلمانوں کے لیے دینی اور روحانی مرکز ہے، قرآن وحدیث میں اس کے متعدد فضائل بیان ہوئے ہیں۔

مدینہ کا پرانا نام ’’یثرب‘‘ ہے، قرآنِ مجید میں ہے:

وَإِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا۟ۚ (الاحزاب)

ترجمہ: اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اے یثرب (مدینہ) والو! تمھارے لیے یہاں کوئی قیام نہیں؛ لہٰذا لوٹ چلو۔

پھر حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے ’’طیبہ‘‘ اور ’’طابہ‘‘ جیسے ناموں سے یاد کیا جو پاکیزگی پر دلالت کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

الْإِيْمَانُ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ، كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا.(البخاری:۱۸۷۶)

ترجمہ: ایمان مدینہ کی طرف اِس طرح سمٹ کرآجائے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔

ایک اور حدیث میں ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَي مَاجَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ.(البخاری:۱۸۸۵)

ترجمہ: اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکت عطا فرمایئے۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں ہی قرآنِ کریم اور آحادیثِ مبارکہ کے آثار موجود ہیں؛ حالاں کہ موجودہ مملکتِ سعودیہ میں بہت سارے ایسے مقامات ہیں جن کے ساتھ قرآنِ کریم واحادیثِ مبارکہ کے واقعات کا بڑا گہرا رشتہ ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں جن مقامات اور واقعات کا تذکرہ آیا ہے، ان میں سے بہت سارے مقامات پر بندے کو حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے؛ لیکن ارضِ مقدّس (حجازِ مقدس) میں جن مقامات پر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لے گئے، جہاں اسلامی یادگاریں موجود ہیں ان مقامات پر جانے کی تمنّا ایک لمبی مدت سے بہت زیادہ تھی اور ہے؛ تاکہ ان کے انوار وبرکات سے محظوظ ہونے کی سعادت حاصل ہوں۔

نیز اس کے ذریعے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کی باتیں آسانی سے بصیرت کے ساتھ سمجھ میں آسکیں، وہ یادیں زندہ اور تابندہ ہوں، ہمارے دِل میں بھی ایمان کی ترقی ہو اور ہمارے واسطے سے لوگوں تک دین کی باتیں پہنچے۔ سیرتِ نبوی اور سیرتِ

صحابہ رضی اللہ عنہم کا علم ہو۔

الحمدللہ! دوسال پہلے (۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰۲۲ء) ربیع الاوّل (ششماہی امتحان کے بعد) کی تعطیلات میں مکہ مکرمہ اور اطراف کے بابرکت مقامات پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، جو الحمدللہ! دیکھی ہوئی دنیا، جلد: ۶ر میں چھپ کر منظرِ عام آ چکی۔

اس کے بعد اسی سال (۱۴۴۴ھ میں) حج کے موقع پر مدینہ منورہ کے متبرک مقامات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اس زیارت میں ہمارے رہبر محترم ومکرم مفتی شاکر صاحب زید مجدہ تھے، جو اصلاً ہندوستان میں بھوپال کے رہنے والے ہیں اور ایک لمبے عرصے سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، ان کے والدِ مرحوم بھائی زکی بھوپالی کے نام سے مشہور تھے جو مدینہ منورہ کی زیارتوں کے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے، میرے مرشدِ اول اور استاذ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے بھائی زکی مرحوم کے ساتھ مدینہ طیبہ کے مقدس مقامات کی زیارت کی، نقل کرنے والے اس کا منظر یوں نقل کرتے ہیں کہ بھائی زکی مدینہ منورہ کی زیارت گاہوں کی طرف لے جاتے تھے اور حضرت فقیہ الامتؒ اس زیارت گاہ کے متعلق کوئی حدیث یا کوئی صحابی کا اثر یا قرآنی واقعہ ہوتو اس کو سناتے تھے، اس طرح بڑی پُر کیف، علمی اور روحانی زیارت ان کے والد مرحوم کرایا کرتے تھے، اس کا ایک بڑا حصہ مفتی شاکر صاحب اور ان کے بھائیوں کو نصیب ہوا ہے؛ لہذا مفتی شاکر صاحب کی بتائی ہوئی بہت سی باتیں مناسب ترتیب اور اضافے کے ساتھ اس کارگزاری میں پیش کی جارہی ہیں۔

ہمارے ڈاکٹر مولانا عرفان صاحب کی گاڑی خود مفتی شاکر صاحب نے چلائی:

تاکہ راستے میں بھی سہولت رہے اور ساتھ میں احادیث وآثار کی روشنی میں مقدس مقامات کی زیارتوں سے محظوظ کراتے رہیں۔

اسی طرح ۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق ۳۰؍مارچ ۲۰۲۴ء کو مختصر وقت کے لیے ''قطر'' حاضری ہوئی تھی، قطر اپنے جدید شہروں، ثقافتی تنوع، سہولیات و ترقیات اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے پیشِ نظر آج ایک منفرد مقام رکھتا ہے، اس کی بھی ترتیب وار کارگزاری اِس جلد میں پیش کی جارہی ہے۔

قطر، دوحہ کے سفر کے ذیل میں ''جواثا'' اور قبیلۂ عبدالقیس کے علاقے کا سفر بھی ہوگیا، جو اسلامی تاریخ کے یادگار مقامات ہیں، جن کا تذکرہ احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے، جس کی تفصیل آپ موقع پر پڑھیں گے۔

اِس کتاب کی تیاری میں جن جن حضرات نے جس طرح حصہ لیا ہے میں ان تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نیز محترم مرحوم حاجی شبیر بھائی جسپ اینڈ کھربا فیملی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی طرف سے پہلے کی طرح اِس کتاب کے لیے بھی مالی تعاون حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو دارین میں اپنی رضا سے مالامال فرماوے اور ان کو اور ان کی نسلوں کو اللہ تعالیٰ دین کی مقبول خدمات کے لیے قبول فرمائے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے، اور اپنی رضا وقرب عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اور امت کے لیے فائدہ کا ذریعہ بنائے، آمین۔

بندہ: محمود حافظجی بارڈولی عفی عنہ

۱۶؍ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ، ۱۳؍جون ۲۰۲۵ء

بروز جمعہ بعد نمازِ فجر، مدینہ منورہ، گنبدِ خضراء کے سامنے

مدینہ منورہ کے مقامات کی کارگزاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوٹ: اس میں اس طرح کارگزاری پیش کی گئی ہے گویا کہ قاری بھی زائر کے ساتھ قدم بہ قدم سطر بہ سطر چلتا رہے۔

مقامِ سَرِف

۱۳/ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ کو ہم نے زوال کے بعد رمی کی، رمی سے فراغت کے بعد عصر کے وقت ہم مکہ مکرمہ سے باہر مقامِ سَرِف میں پہنچے، یہاں ام المؤمنین حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے، راستے کے کنارے ایک چھوٹی سی چاردیواری والی عمارت ہے، اس پر چھت بھی نہیں ہے، اس میں ان کی قبر مبارک بنی ہوئی ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ''حارث'' تھا اور والدہ کا نام ''ہند'' تھا۔

ذی القعدہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تھے، مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک لیا گیا تھا اور صلحِ حدیبیہ وجود میں آئی تھی، اِس صلح نامہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ابھی آپ عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لیے آسکتے ہیں اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کی اجازت ہوگی۔

اِس صلح نامے کے بعد آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے آئے، اگلے سال ۷ھ کے شروع میں ''غزوۂ خیبر'' ہوا، پھر اِسی سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی القعدہ ۷ھ میں ''عمرۃ القضا'' کے لیے اپنے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ

مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، جب آپ ''مقامِ یاجج'' پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے بہنوئی: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ - جو ان کی سگی بڑی بہن: لبابہ کبریٰ کے شوہر تھے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا بھی تھے- کو اپنا وکیل مقرر کیا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرادیا۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے آخری بیوی ہیں، ان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایسی خوش نصیب بیوی تھی جن کا نکاح احرام کی حالت میں ہوا تھا۔ (از: گلدستۂ اہلِ بیت)

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اِسی مقامِ سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا اور اسی جگہ آپ کی رخصتی ہوئی اور اسی جگہ ۵۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور اسی جگہ آپ کی قبر مبارک ہے۔ اس مقام پر زیارت کے لیے ضرور جانا چاہیے، مدینہ شریف کی طرف جانے والے راستے میں مکہ سے قریب ''سرف'' نامی جگہ پر یہ مبارک مزار موجود ہے۔

اِس موقع پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے متعلق ایک واقعہ قارئین کے سامنے پیش کردیتا ہوں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے بارے میں ایک عجیب واقعہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر بزرگانِ دین میں گزرے ہیں، ان

کے متعلق حضرت مفتی عبدالواحد صاحب قریشی مدظلہ فرماتے ہیں کہ: حضرت لاہوریؒ جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر تشریف لائے تھے، اُس وقت انھوں نے مراقبہ فرمایا تھا، جب وہ مراقبے سے فارغ ہوئے تو بہت بے چین، غمگین اور پریشان نظر آنے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

مریدین نے پوچھا کہ: حضرت! کیا بات ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ: امی جان حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مجھ سے شکایت فرما رہی ہیں کہ: میرے بیٹے؛ یعنی امتی لوگ میری بہن (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) جو مکہ مکرمہ کے قبرستان ''جنت المعلیٰ'' میں اپنے بیٹے قاسم کے ساتھ آرام فرما رہی ہیں، اسی طرح میری وہ بہنیں جو ایک ساتھ بقیع قبرستان میں مدفون ہیں وہاں تو زیارت کے لیے خوب جاتے ہیں؛ لیکن یہاں میرے پاس نہیں آتے ہیں!

یہ حضرت لاہوریؒ سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کشف کی حالت میں شکایت کی۔

اپنے مریدین سے تاکید

حضرت لاہوریؒ صاحبِ کرامات بزرگ تھے، ان کے واقعات بڑے مشہور ہیں، پھر انھوں نے مراقبے کے بعد یہ بات ارشاد فرما کر اپنے مریدین کو اِس بات کی تاکید فرمائی کہ: اللہ تم کو جب جب بھی مکہ مکرمہ لائے تو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر حاضری ضرور دیا کرو اور ان کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کیا کرو۔

الحمدللہ! ہم بھی آج ام المومنین رضی اللہ عنہا کے مزار پر حاضر ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہماری حاضری قبول فرمائے اور خانوادۂ نبوت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے

پکی سچی اور کامل محبت عطا فرمائے اور آخرت میں ان کے ساتھ حشر ونشر فرمائے، آمین!

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے تفصیلی حالات وواقعات ہماری کتاب ’’حدیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات‘‘ جلد: ۲ر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیبیہ کا علاقہ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر حاضری کے بعد آگے چلے تو تقریباً ۴۵ر منٹ ڈرائیونگ کرنے کے بعد ہم حدیبیہ کے علاقے میں پہنچے، یہ بہت بابرکت علاقہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اِس کا تذکرہ فرمایا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ (الفتح)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ (ان) ایمان والوں سے خوش ہو گئے جب کہ وہ تم سے (ایک) درخت کے نیچے (جہاد میں جم کر رہنے پر) بیعت کرنے لگے، سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اس (اللہ تعالیٰ) کو وہ معلوم تھا، پھر اس (اللہ تعالیٰ) نے ان (مسلمانوں) پر دل کا اطمینان اتارا اور ان کو نزدیک کی ایک فتح (خیبر کی) انعام میں عنایت فرمائی ﴿۱۸﴾ اور بہت ساری غنیمتیں بھی (دیں) جن کو وہ حاصل کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست، بڑے حکمت والے ہیں۔

اِسی میدان میں ایک درخت کے نیچے یہ ’’بیعتِ رضوان‘‘ ہوئی تھی، اب وہ درخت موجود نہیں ہے، یہ بڑی بابرکت جگہ ہے۔

مسجدِ شمسیہ

یہاں ایک طرف پہاڑیاں ہیں، اسی طرح ابھی بھی پُرانے انداز کی ایک حویلی بھی موجود ہے، نیز پُرانے انداز کے کچھ مکانات بھی موجود ہیں، یہاں فی الحال ایک مسجد ہے، جس کو ''مسجدِ شمسیہ'' کہا جاتا ہے۔

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی جگہ روک لیا گیا تھا اور پھر اسی جگہ ایک تاریخی صلح وجود میں آئی تھی جو حقیقت میں ''فتحِ مکہ'' کا پیش خیمہ تھی، جس کو قرآنِ مجید نے ''فتحِ مبین'' سے یاد کیا ہے۔

اِس واقعے کی پوری تفصیل ہماری کتاب: ''دیکھی ہوئی دنیا'' جلد:۶/ میں آچکی ہے۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف

آج ۱۵/ذو الحجہ ۱۴۴۴ھ کا دن ہے، ہم لوگ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہورہے ہیں، ڈاکٹر عرفان صاحب سورتی ثم مکی حفظہ اللہ ہمارے قافلے کے امیر ہیں، نیز مولانا طلحہ صاحب بتکی، بھائی حافظ ابراہیم ابن مولانا ڈاکٹر عرفان صاحب مکی اور حاجی بلال بودی -حفظھم اللہ- قافلے میں شریک ہیں۔

ہم راستے میں ترتیب وار زیارت کرتے ہوئے نکل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور ان کے مقامات کی زیارت بھی ایک سعادت مندی اور خوش نصیبی کی چیز ہے۔

مقامِ تنعیم اور جامع اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ

اب ہم ''تنعیم'' میں پہنچے، یہاں ''مسجدِ عائشہ'' کے پیچھے والے حصے میں ایک اور

مسجد ہے، جس کا نام ''جامع اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ'' ہے، سیرت اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے حضرات جانتے ہیں کہ حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کتنی عظیم شخصیت ہیں۔

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا مزار

اسی جامع ''اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ'' کے پڑوس میں ایک اونچا ٹیلہ ہے، ٹیلے کے نیچے احاطہ ہے اور اُس احاطے میں ایک قبر ہے، کہا جاتا ہے کہ: یہ سیدنا حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا مزار ہے۔

لیکن ''اسد الغابہ'' اور ''سیر اعلام النبلاء'' وغیرہ کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مزار کے بارے میں چند روایتیں ملتی ہیں:

① مقبرۂ مہاجرین میں جو مکہ مکرمہ کا معروف قبرستان ہے۔

② وادئ محصب میں کوئی جگہ بتلائی جاتی ہے۔

③ مقامِ سرف میں کوئی جگہ بتلائی جاتی ہے۔

④ طویل عرصے سے مکہ مکرمہ میں مقیم سورت کے ''حاجی بلال منیار صاحب حفظہ اللہ ''نے بتلایا کہ: ''مقامِ معابدہ'' میں ''امانة الاٴئمة'' کے کمپاؤنڈ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مزار ہے۔

اِس سلسلے میں بندے کی ناقص رائے یہ ہے کہ قدیم زمانے کی جگہوں کے نام اور نشانیوں کا اب تک باقی رہنا مشکل ہے، نیز اُس زمانے میں اِس طرح کی تاریخی چیزوں کو محفوظ کرنے کا کوئی نظام بھی نہیں تھا؛ کیوں کہ لوگ اس بات کی طرف زیادہ توجہ بھی نہیں دیتے تھے، اس کے نتیجے میں بعض چیزوں میں اِس طرح کا اختلاف ہوجاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما

یہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، مشہور صحابیٔ رسول: سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے وقت ان کی عمر اندازاً ۵؍ سال کی تھی، یہ بہت ہی عقل مند انسان تھے، نیز حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

کل ۸۴؍ سال کی عمر پائی، آخری زمانے میں حجاج بن یوسف کے ظلم کی آندھیاں ان تک بھی پہنچیں؛ چناں چہ جب یہ حج کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے، اس وقت حجاج نے کسی کو اشارہ کیا کہ آپ کو زہر میں بجھا ہوا تیر لگا یا جائے؛ چناں چہ اس نے اسی طرح کیا، جس کا زہر آپ کے بدنِ مبارک میں سرایت کر گیا اور آپ شہید ہو گئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ امت کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں بھی ان کی طرح سنتِ نبوی کے اتباع کے توفیق اور سعادت اور جذبہ نصیب فرمائے آمین!

مدینہ منورہ کے مقامات کی کارگزاری

الحمدللہ! مکہ مکرمہ سے راستے میں اہم مقامات کی زیارت کرتے ہوئے ہم مدینہ منورہ پہنچ چکے ہیں اور اب ان شاء اللہ! مدینہ منورہ کے اہم اہم مقامات کی کارگزاری پیش کی جاتی ہے۔

مسجدِ غمامہ اور بئرِ ذروان

ہم اِس وقت ''مسجدِ غمامہ'' کے پاس ہیں، اس کو ''مسجدِ غمامہ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں نمازِ استسقا (بارش کی نماز) کے دوران ایک بادل نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر سایہ کیا تھا، اس کو ''مصلی العید'' بھی کہا جاتا ہے۔

یہ مسجد ''باب السلام'' سے تقریباً ۱۵۰۰ر فٹ کے فاصلے پر ہے، ۹ھ تک اِس مسجد میں عیدین کی نماز ادا کی جاتی تھی۔

جہاں یہ مسجدِ غمامہ ہے، اس کے پاس ہی ''مسجد بنوزُریق'' تھی، بنوزُریق ایک قبیلہ تھا، یہ ان کی مسجد تھی۔ ''مسجدِ غمامہ'' کے ساتھ ہی ''بئر ذروان'' نامی وہ کنواں تھا جس میں لبید ابن اعصم اور اس کی بیٹیوں نے جادو کرکے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک ڈال دیے تھے؛ لیکن آج اس کنویں کی کوئی بھی علامت باقی نہیں ہے۔

غائبانہ جنازے کی نماز

اسی جگہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ: نجاشی کی غائبانہ جنازے کی نماز پڑھائی تھی۔ نجاشی اور حضرت معاویہ بن معاویہ اللیثی رضی اللہ عنہ ایسی دو شخصیتیں تھیں جن کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غائبانہ جنازے کی نماز پڑھائی تھی۔

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تھے، اُس وقت حضرت معاویہ بن معاویہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا یہاں مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا تھا؛ چناں چہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر زمین پر اپنا پر مارا، جس کی وجہ سے زمین بالکل ہموار ہوگئی اور راستے کے سارے پردے ہٹ گئے؛ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازہ دیکھ لیا، پھر ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۲۰۱)

سورۂ اخلاص کی برکت

روایت میں ہے کہ ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتے بھی ان کے جنازے میں شریک

تھے، ان کے جنازے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: آپ کو پتا ہے کہ یہ اعزاز اور فضیلت ان کو کیوں ملی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ کثرت سے سورۂ اخلاص کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ (اسد الغابہ، رقم الحدیث: ۴۹۹۲)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ

مسجدِ نبوی کا اکیس (۲۱) نمبر کا گیٹ ''بابِ ملک فہد'' ہے، اِس جگہ صحابیٔ رسول حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بہت ہی خوب صورت باغ تھا۔ یہ باغ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ پسند تھا، قرآنِ مجید میں جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: تم (اے مسلمانو! کامل) نیکی ہرگز حاصل نہیں کرسکوگے، جب تک تم اپنی محبوب چیزوں میں سے (اللہ تعالیٰ کے لیے) خرچ نہ کروگے۔

تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ باغ مجھے بہت زیادہ پسند ہے، میں اِسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرکے آخرت میں اِس کی نیکی پانا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: واہ! وا! یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے یہ باغ قبول فرماکر ان ہی کے رشتے داروں کے درمیان تقسیم فرمادیا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۴۶۱)

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت وفرماں برداری کے جذبے کا کیا کہنا! ان کے

سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان آجانے کے بعد ان کو دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ہیچ معلوم ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی محبوب چیزیں اپنے راستے میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اِس مقام پر اس کی دعا کرنی چاہیے۔

''بَیْرُحَاء'' نامی کنواں

اِس باغ میں ایک کنواں تھا، جس کا نام ''بَیْرُحَاء'' تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسا اوقات اِس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کنویں کا میٹھا، صاف شفّاف اور ٹھنڈا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:۱۴۶۱)

اب یہ کنواں موجود نہیں رہا؛ البتہ اس کی نشانی اب بھی موجود ہے، چناں چہ مسجدِ نبوی کے (۲۱) نمبر کے گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے بائیں جانب دوستون ہیں، جن کے ساتھ ایک لمبا قالین بچھا ہوا ہے، اس کو تھوڑا سا اٹھانے سے اُس کے نیچے تین گول دائرے نظر آئیں گے، اس جگہ پہلے ''بَیْرُحَاء'' لکھا ہوا تھا؛ لیکن اب یہ لکھا ہوا نظر نہیں آتا ہے، صرف نشانی کے طور پر دائرہ بنا دیا ہے۔

اِس کنویں کو'' بئرِ اَریحاء'' بھی کہتے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان

جب ہم روضۂ اقدس پر سلام عرض کر کے ''باب البقیع'' سے ہوتے ہوئے مسجدِ نبوی سے باہر نکلے اور قبلے کی جانب آگے بڑھے تو وہاں سے تقریباً بیس-پچیس قدم دور میز بانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔

دراصل یہ مکان کئی سو سال پہلے یمن کے ایک بادشاہ نے-جس کا نام ''تُبَّع حِمیَری'' تھا-حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تعمیر کروایا تھا، وہ مکان نسل در نسل ہوتے ہوئے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے قبضے میں آیا تھا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کا ادب

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا تھا، ان کا مکان دو منزلہ تھا، پہلے انھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکان کے نیچے والے حصّے میں ٹھہرایا تھا اور خود اوپر رہتے تھے؛ لیکن یہ سوچ سوچ کر پریشان وغم زدہ رہتے تھے کہ اوپر والے حصے میں ہماری نقل وحرکت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیچے تکلیف نہ پہنچے؛ لہٰذا انھوں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اوپر چلے جائیں، ہم نیچے آجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ: نیچے ہی زیادہ مناسب ہے؛ لیکن حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر والے حصے میں چلے گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۵۳)

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دونوں میاں-بیوی ہمیشہ بالکل آہستہ آہستہ اور مکان کے کنارے چلتے تھے؛ تاکہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔

جو آقا کو پسند نہیں وہ ہمیں بھی پسند نہیں

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا بنا کر بھیجتے تھے، پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے سے فارغ ہو جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچا ہوا کھانا میاں-بیوی کھاتے تھے، خاص کر اس جگہ سے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے

نشانات ہوتے تھے، ایک مرتبہ ان کی اہلیہ نے کھانے میں لہسن ڈالا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن کھانا تناول نہیں فرمایا، پھر جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس وہ کھانا لے جایا گیا تو انھوں نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہاں سے کھایا ہے؟

ان سے کہا گیا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا تناول نہیں فرمایا، یہ سن کر وہ گھبرا گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر پوچھا کہ کیا لہسن حرام ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: نہیں! لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا ہوں (تا کہ لہسن کی بدبو کی وجہ سے وحی لے کر آنے والے فرشتوں کو تکلیف نہ ہو)، یہ سن کر انھوں نے بھی کہا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کو ناپسند کرتے ہوں میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۰۵۳)

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً سات مہینے اس مکان میں رہے تھے۔

سقیفۂ بنوساعدہ

اِس وقت ہم جہاں کھڑے ہیں (مسجدِ نبوی شریف کی مغربی جانب ۲۰۶ رمیٹر کے فاصلے پر)، اس جگہ سے پہلے سقیفۂ بنوساعدہ تھا، اب اس جگہ ایک باغیچہ ہے۔

یہ سقیفۂ بنوساعدہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مدینہ منورہ کی وہ جگہ تھی جہاں قبیلۂ خزرج کا ایک خاندان ''بنوساعدہ'' آپس میں اپنے مشورے اور اجلاس کیا کرتا تھا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسی جگہ مشورہ ہوا تھا اور پھر تقریباً تمام لوگوں نے سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر کے آپ کو خلیفہ بنایا تھا۔

بئرِ بُضاعہ کے مقام پر

سقیفۂ بنی ساعدہ کی شمالی جانب ''انوار المدینۃ'' نامی ہوٹل ہے، اِسی جگہ مشہور تاریخی کنواں ''بئرِ بُضاعہ'' تھا، جس کے متعلّق حدیثِ رسول ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه، أَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ؟ وَهِيَ بِئْرٌ يُطْرَحُ فِيهَا الْحِيَضُ وَلَحْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ. (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:٦٦)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا ہم بئرِ بُضاعہ سے وضو کر سکتے ہیں؟ اس لیے کہ وہ ایسا کنواں ہے جس میں حیض والے کپڑے، کتوں کا گوشت اور دوسری گندگیاں ڈالی جاتی ہیں، یہ سن کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا پانی پاک ہے، پاک کرنے والا ہے، اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنویں میں اپنا لعابِ دہن ڈالا تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب کبھی کسی کو بخار ہوجاتا تھا تو ہم اسی کنویں کے پانی سے اس کو غسل کراتے تھے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس بیمار کو شفا عطا فرما دیتے تھے۔ (مسند الامام احمد: ۲۶۳۴۳)

احناف کی دلیل پختہ ہوگئی

اِس کنویں کے بارے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ اس کا پانی جاری وکثیر تھا، اس

سلسلے میں احناف نے بڑے مضبوط دلائل پیش کیے ہیں۔

اس کا ایک ثبوت آج کے زمانے میں بھی مل گیا کہ جب اِس جگہ ہوٹل کی تعمیر کے لیے کھدائی کی گئی تھی تو اتنی زیادہ مقدار میں پانی نکلا تھا کہ جس طرح سمندر میں مشینیری ڈال کر تعمیری کام انجام دیا جاتا ہے، اِس طرح یہاں بھی اس ہوٹل کے پائے کا تعمیری کام انجام دیا گیا تھا، اس سے پتا چلتا ہے کہ اس کنویں کا پانی ''مائے کثیر وجاری'' تھا۔

نیز اُس زمانے میں بھی اس کنویں کا پانی اتنا زیادہ تھا کہ اس کے ذریعے مدینہ منورہ کے پانچ باغات سیراب کیے جاتے تھے۔

دَرب السنۃ کا مبارک راستہ

''درب السنۃ'' ایک راستے کا نام ہے، مسجدِ نبوی کے ۳۰۹/نمبر والے گیٹ سے یہ راستہ نظر آتا ہے، یہ راستہ مسجدِ نبوی سے مسجدِ قبا تک جاتا ہے، تقریباً تین کلومیٹر لمبا راستہ ہے؛ لیکن اس راستے پر صرف پیدل چلنے کی اجازت ہے۔ ''طریق المُشاۃ'' کا بورڈ لگا ہوا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجدِ نبوی سے مسجدِ قبا تشریف لے جاتے تھے تو اسی راستے سے جاتے تھے۔ زائرین وحجاج کو بھی اِس راستے سے جانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مسجدِ ابوذر رضی اللہ عنہ

مسجدِ نبوی کے شمال میں ۹۰۰/میٹر کے فاصلے پر یہ ایک مسجد ہے، اس کا نام ''مسجدِ ابوذر'' ہے، صحابیٔ رسول: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یہاں آکر کثرت سے درود شریف

پڑھا کرتے تھے۔

نیز اس مسجد کو ''مسجدِ سجدہ''، ''مسجدِ شکر''، ''مسجد الاصواف''، ''مسجد البحیری''، ''مسجد السافلہ'' بھی کہا جاتا ہے، اِس طرح اِس مسجد کے کل چھ (۶) نام ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لمبا سجدہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں مسجدِ ابوذر کی جگہ کھجور کا ایک باغ تھا؛ چناں چہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس باغ میں نماز ادا کی، اِس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت لمبا سجدہ کیا، یہ ماجرا دیکھ کر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ - جو کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے - یہ سوچ کر رونے لگے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے!

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشین گوئی

سنہ ۹ ھ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر جب اسلامی لشکر مدینہ منورہ سے تبوک کے لیے روانہ ہوا تو اس وقت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اونٹ کمزور ہو گیا تھا، آپ نے اسے چلانے کی بہت کوشش کی، اس کے باوجود بھی وہ نہیں چلا، بالآخر آپ اپنا سارا سامان اٹھا کر پیچھے اکیلے چلتے چلتے لشکر کے پڑاؤ تک آ پہنچے۔

لوگوں نے جب ان کو دور سے آتے دیکھا تو جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! ابوذر آرہے ہیں! وہ ہمارے ساتھ مل گئے ہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ ابوذر پر رحم فرماوے! اکیلا چلتا ہے، اکیلا مرے گا اور قیامت کے دن اکیلا اٹھایا جائے گا۔ (مسندِ احمد، رقم الحدیث: ۳۷۷۹)

پیشین گوئی حرف بہ حرف صادق آئی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اِسی طرح ہوا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: چناں چہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ملکِ شام میں رہنے چلے گئے تھے، وہاں مال داروں کی کچھ بات پسند نہ آنے کی وجہ سے وہ ان پر تنقید کرنے لگے، جس کی وجہ سے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ منورہ بلا لیا؛ مگر یہاں آکر بھی وہ مال داروں اور دولت جمع کرنے والوں کی سخت مخالفت کرتے رہے۔ (از: سیرتِ احمدِ مجتبیٰ)

کچھ مدّت تک یہ سلسلہ جاری رہا، پھر ایک مدت کے بعد وہ ناراض ہوکر مدینہ منورہ چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ ''مقامِ رَبذہ'' چلے گئے، اسی جنگل والے علاقے میں ایک مدت گزارنے کے بعد ان کی وفات ہوئی۔

انتقال کے وقت بیوی سے بات چیت

انتقال کے وقت اپنی بیوی سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ: میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضرینِ مجلس کے سامنے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: تم میں سے کسی کا انتقال جنگل و بیابان میں ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی نمازِ جنازہ پڑھے گی؛ چناں چہ اُس وقت جتنے لوگ مجلس میں بیٹھے تھے وہ سب شہروں میں انتقال کر گئے ہیں؛ اس لیے مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے بارے میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی؛ اس لیے تم کھانا تیار کرو، کوئی جماعت ضرور آتی ہوگی۔

دوسری طرف حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفقائے کے ساتھ حج سے واپس

ہو رہے تھے، وہ اس جگہ پہنچ گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے قافلے کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کو اس صحراء (جنگل) میں دفن کر دیا، اس طرح ان کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مزار پر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، یہ جگہ تقریباً ۱۴۰۰ر سال گزرنے کے بعد بھی آج مدینہ منورہ سے ۲۶۰ رکلومیٹر دور صحرائی علاقے میں واقع ہے، اسی واسطے ہم وہاں جانے کے واسطے پہلے سے ہی چھوٹی گاڑی لے کر نکلے تھے؛ لیکن اس کے باوجود ہمیں بہت زیادہ مشقّت وتکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا، وہاں پہنچتے پہنچتے ہمارا کلیجہ منہ کو آ گیا اور ایسا لگتا تھا کہ ہماری جان نکل جاوے گی؛ مگر اللہ کا ہے کہ ہم اس جگہ پہنچے اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی میراث کا حل

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جس واقعے کا بیان ہے کہ ”كَانَ اٰخِرُ الْاَمْرَيْنِ تَرْكُ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ“ وہ واقعہ بھی اسی جگہ پیش آیا تھا۔

دراصل حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے، اس کے بعد ایک دن ان کی بیوی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرنے لگی: میری بیٹیوں کے چچا نے ان کے مرحوم والد کا سارا مال لے رکھا ہے! اب میری بیٹیوں کی شادی کیسے ہوگی؟

چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ تشریف لائے اور ان کے درمیان میراث تقسیم کر کے ان کا مسئلہ حل فرمایا:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ: جَاءَتْ اِمْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدٍ إِلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَارَسُولَ اللهِ! هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قُتِلَ أَبُوهُمَا مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا، وَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ. قَالَ: يَقْضِي اللهُ فِي ذٰلِكَ، فَنَزَلَتْ آيَةُ المِيرَاثِ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَمِّهِمَا، فَقَالَ: أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ.

(سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۹۲)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے، اس کے بعد ایک دن ان کی بیوی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی: میری بیٹیوں کے چچا نے ان کے مرحوم والد کا سارا مال لے رکھا ہے! اب میری بیٹیوں کی شادی کیسے ہو گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اِس بارے میں فیصلہ فرمائیں گے، اس کے بعد میراث کی آیت نازل ہوئی، سو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چچا کو حکم دیا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو ثلث (دو تہائی) اور ان کی ماں کو ثمن (آٹھواں حصہ) دیا جائے، اُس کے بعد جو بچ جائے وہ تمھارا ہے۔

”مَا مَسَّتِ النَّارُ“ کا مسئلہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میراث کا یہ مسئلہ حل فرما رہے تھے، اسی دوران ظہر کا وقت ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی، نماز سے فراغت کے بعد وہ انصاری

صحابیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بکری کا گوشت اور کھجور کا ایک طبق لے کر آئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا، اس کے بعد عصر سے پہلے وہ عورت واپس بکری کا بچا ہوا گوشت لے کر حاضر ہوئی؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر سے اُس میں سے کھایا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نیا وضو کیے بغیر عصر کی نماز ادا کی۔ اِس بارے میں حضرت امام بخاریؒ نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ؟ فَقَالَ: لَا! قَدْ كُنَّا زَمَانَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلُ إِلَّا أَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ. (البخاري)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکائی ہوئی چیزوں کو کھانے کے بعد وضو کرنے اور نہ کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ: ہمیں حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک زمانے میں بہت کم کھانا ملا کرتا تھا، پھر جب کبھی ہمیں کھانا میسر ہوتا تھا تو ہمارے پاس تولیے وغیرہ تو تھے نہیں؛ مگر ہم اپنے ہاتھوں کو کلائی اور پاؤں سے پونچھ لیا کرتے تھے، اس کے بعد ہم وضو کیے بغیر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

مسجدِ اجابہ کے پاس

''مسجدِ ابوذر'' کے قریب ہی ''مسجدِ اجابہ'' کے نام سے ایک اور مسجد ہے۔

''اجابہ'' کا معنیٰ ''قبول ہونے'' کے ہے۔ دراصل اس مسجد کا پُرانا نام: ''مسجدِ بنومعاویہ'' تھا؛ اس لیے کہ یہاں قبیلۂ بنومعاویہ کے لوگ رہا کرتے تھے۔

اِس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرما کر اپنی پیاری امّت کے لیے جو دعا مانگی تھی وہ دعا قبول ہوئی؛ اس لیے اس جگہ مسجد تعمیر کر کے اس کا نام ''مسجدِ اجابہ'' رکھا گیا ہے۔

دو دعائیں قبول ہوئیں اور ایک نہ ہوئی

اس جگہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل تین دعائیں مانگی تھیں، ان میں سے ایک دعا یہ تھی کہ: اے اللہ! میری امّت پر کوئی ایسا ظالم و جابر بادشاہ مقرّر نہ فرمانا جو میری پوری امّت کو یک بارگی ختم کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمالی۔

دوسری دعا یہ فرمائی کہ: میری امت پر ایسی بیماری اور قحط سالی نہ آئے، جس کی وجہ سے میری پوری امت ختم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی۔

تیسری دعا یہ فرمائی کہ: میری امت میں آپس میں اختلاف نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اِس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔ سننِ ترمذی میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابِ بْنِ الأَرَتِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً فَأَطَالَهَا، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! صَلَّيْتَ صَلَاةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيهَا. قَالَ: أَجَلْ! إِنَّهَا صَلَاةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ، إِنِّي سَأَلْتُ اللّٰهَ فِيهَا ثَلَاثًا، فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً، سَأَلْتُهُ: أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِسَنَةٍ فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُهُ: أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُهُ: أَنْ لَا يُذِيقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيهَا. (سنن الترمذی، رقم الحدیث:۲۱۷۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھی، اس کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ: آپ نے اِس وقت معمول کے خلاف اتنی لمبی نماز کیوں پڑھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب دیا: ہاں! یہ ترغیب وترہیب کی نماز تھی۔ اِس نماز کے دوران میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا؛ لیکن مجھے دو چیزیں عطا کی گئیں اور ایک چیز سے منع کیا گیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ: میری امت کو قحط سالی میں مبتلا نہ کرے، یہ دعا قبول ہوگئی، دوسرا سوال یہ کیا کہ: ان پر کسی ایسے دشمن کو مسلط نہ کرے جو ان کو یک بارگی ہلاک کردے، یہ دعا بھی قبول ہوگئی، میں نے تیسرا سوال یہ کیا کہ: وہ آپس میں اختلاف نہ کریں، یہ قبول نہیں ہوئی۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مکان کے پاس

ہم جس جگہ کھڑے ہیں (مسجدِ نبوی کے مغرب یا شمالِ مغرب میں) وہاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، یہ قبیلۂ اوس کے سردار تھے، شروع میں حضرت مصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ کی برکت سے ان کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے، انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے واسطے بہت زیادہ قربانیاں دی تھیں۔

غزوۂ خندق کے موقع پر ان کو ایک انجان تیر آکر لگ گیا تھا جس کی وجہ سے سخت زخم آیا تھا اور پھر اسی زخم کے سبب ان کی شہادت واقع ہوئی تھی۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

روایت میں ہے کہ ان کے انتقال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عرش ہِل گیا تھا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ اهْتَزَّ لَهَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ. (المسلم:۲۴۶۶)

جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے شرارت کے انداز میں کہا کہ: جنازہ کتنا ہلکا ہے! روایت پڑھیے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ الْمُنَافِقُونَ: مَا أَخَفَّ جَنَازَتَهُ، وَذَلِكَ لِحُكْمِهِ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ. (سنن الترمذی، رقم الحدیث:۳۸۴۹)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے کہا کہ: ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے! شاید یہ اِس وجہ سے ہے کہ انھوں نے بنوقریظہ کے بارے میں غلط رائے دی تھی، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس بارے میں پتا چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ان کا جنازہ اس لیے ہلکا ہے کہ اس کو فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جنازے میں اپنے پنجوں کے بَل چل رہے تھے، یہ ماجرا دیکھ کر حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ان کے جنازے میں ستّر (۷۰) ہزار فرشتے آئے ہیں، جس کی وجہ سے چلنے کی جگہ نہیں ہے۔

ان کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔

جنت البقیع

یہ قبرستان مدینہ منورہ کی آبادی سے باہر مسجدِ نبوی کی مشرقی سمت میں ہے، اس میں تقریباً دس ہزار سے زیادہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، نوے ہزار کے قریب تابعین، نو ازواجِ مطہرات، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چار صاحب زادیاں اور ایک صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو یا تین پھوپھیاں اور بے شمار اللہ والے مدفون ہیں۔

فجر اور عصر کے بعد اس قبرستان کو زیارت کے لیے کھولا جاتا ہے، اس قبرستان میں جن قبروں پر ایک پتھر ہے وہ مَردوں کی قبریں ہیں اور جن پر دو پتھر ہیں: ایک سر اور دوسرا پیر کی طرف، وہ عورتوں کی قبریں ہیں۔

حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کا مکان

قبرستانِ بقیع کے پیچھے جبل البرم کی طرف ایک بڑی بلڈنگ ہے، اس کا نام ''داؤد'' ہے، ''داؤد پاشا'' ترکی کا ایک سردار تھا، اس نے اس جگہ پانی کی ایک سبیل لگائی تھی۔

اِس جگہ مشہور صحابی حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔

یہ بہت بہادر انسان تھے، جب جنگ و جہاد میں جاتے تھے تو اپنے سر پر لال پٹی باندھا کرتے تھے، جس کی وجہ سے لوگ ان کے بارے میں کہتے تھے کہ: ابودجانہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے۔

جنگ کے موقع پر اکڑ کر چلنا

غزوۂ احد کے دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر یہ اعلان کیا تھا کہ کون اِس تلوار کو میرے ہاتھ سے لے گا؛ مگر شرط یہ ہے کہ اُس کا حق ادا کرے؟

چناں چہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس تلوار کو لیتے ہوئے کہا: میں اس تلوار کا حق ادا کروں گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی تلوار عنایت فرمائی، جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ جوش میں آگئے اور صفوں کے درمیان اکڑ کر چلنے لگے۔

جب حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اکڑ کر چلنا اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ ناپسند ہے؛ لیکن جنگ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے:

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: مَنْ يَأْخُذُ مِنِّي هَذَا؟ فَبَسَطُوا أَيْدِيَهُمْ، كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ يَقُولُ: أَنَا، أَنَا، قَالَ: فَمَنْ يَأْخُذُهُ بِحَقِّهِ؟ قَالَ فَأَحْجَمَ الْقَوْمُ. فَقَالَ سِمَاكُ بْنُ خَرَشَةَ أَبُودُجَانَةَ: أَنَا اٰخُذُهُ بِحَقِّهِ. قَالَ: فَأَخَذَهُ فَفَلَقَ بِهِ هَامَ الْمُشْرِكِينَ. (المسلم:۲۴۷۰)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن تلوار پکڑی اور فرمایا کہ: کون مجھ سے یہ لیتا ہے؟

لوگوں نے ہاتھ پھیلائے اور ہر ایک کہتا تھا کہ: میں لوں گا، میں لوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کا حق کون ادا کرے گا؟

یہ سنتے ہی لوگ پیچھے ہٹے (کیوں کہ احد کے دن کافروں کا غلبہ تھا) حضرت سِماک بن خَرشہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: میں اس کا حق ادا کروں گا۔ پھر انھوں نے اس کو لے لیا اور مشرکوں کے سر اس تلوار سے چیر ڈالے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ''جنگِ یمامہ'' میں شہید ہوئے تھے۔ (اسد الغابة فی معرفة الصحابة: ج:۲،ص:۳۵۳)

جبل الرایۃ ومسجد الرایۃ کی زیارت

مسجدِ نبوی کے شمال مغربی کونے سے تقریباً ۴۰۰ ر میٹر کے فاصلے پر اور ''جبلِ سلع'' کی شمالی جانب ۱۵۰ ر میٹر دور ''شارع عثمان'' (شارع عیون) کے شروع میں ایک چھوٹی پہاڑی نظر آرہی ہے، اس پہاڑی کا نام: ''جبل الرایۃ'' ہے، اس کو ''جبل الذباب'' بھی کہا جاتا ہے، اس پہاڑی پر ایک مسجد ہے، جس کو ''مسجد الرایۃ'' کہا جاتا ہے۔

۵ ھ میں غزوۂ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہاں اپنا خیمہ لگوایا تھا، یہ خیمہ بالکل بیچ میں تھا، اِس طرح کہ آدھی خندق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیمے کے دائیں طرف اور آدھی خندق اس کے بائیں طرف تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوری خندق کی کھدائی کے درمیان اس خیمے میں قیام فرمایا تھا اور کل ۲۶ ر نمازیں یہاں ادا فرمائی تھیں۔

تاریخ وسیرت کی کتابوں میں خندق کی کھدائی کے درمیان جو سخت چٹان نکل آنے کا واقعہ مذکور ہے، اس میں لکھا ہے کہ وہ چٹان اسی: ''جبل الرایۃ'' کے پاس نکل آئی تھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اس چٹان کو توڑا تھا۔

مسجدِ بنوحرام کے پاس

اس کے بعد ہم ''مسجدِ بنوحرام'' کے پاس پہنچے، یہ مسجد ''سلع'' پہاڑ کی مغربی سمت اور ''مساجدِ سبعہ'' کے جنوب میں واقع ہے، اس مسجد کا نام صحابئ رسول حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کے پردادا ''حرام'' کی نسبت سے رکھا گیا ہے، اسی ''مسجدِ بنوحرام'' کے پاس حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا گھر تھا اور اسی جگہ غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت والا واقعہ پیش آیا تھا۔

آج تک ان کا خاندان اِسی جگہ پر مقیم ہے اور اِس مسجد کے امام شیخ ''طارق ابو احمد لبابی'' حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے ظہر سے عصر تک ہمیں مختلف مقامات کی زیارت کروائی، ماشاء اللہ! ان کے پاس بہت زیادہ معلومات ہیں، نیز بہت بہترین عربی بولتے ہیں۔

ابھی حکومت کی طرف سے اس مسجد کی نئی تعمیر کا کام جاری ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت

غزوۂ خندق کے موقع پر کئی دن سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فاقے سے گزر رہے تھے، ایک دن حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے بات چیت کر کے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے کچھ ساتھیوں کے کھانے کا انتظام کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دعوت پیش کی، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اعلان کر دیا:

عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا، وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ، فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا أَهْلَ الخَنْدَقِ! إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا، فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ. (البخاری، رقم الحدیث:۳۰۷۰)

ترجمہ: سعید بن میناؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اے اللہ کے رسول! ہم نے ہماری ایک بکری کے بچے کو ذبح کیا ہے اور

ایک صاع جَو کا آٹا گوندھا ہے، سو آپ اور آپ کے کچھ ساتھی تشریف لے آیئے، چناں چہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آواز لگائی: اے خندق والو! چلو! جابر نے ہمارے لیے دعوت کا انتظام کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ

اِس اعلان کو سن کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: جب تک میں نہ آؤں کھانا شروع مت کرنا! چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، کھانے میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور کھانا نکال نکال کر دینا شروع کیا، لوگ آتے گئے، کھاتے گئے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہمیں پتا نہیں چل رہا تھا؛ پہلے کھانا زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے؛ بلکہ کھانا بڑھ رہا تھا، چناں چہ دو تین آدمیوں کا کھانا ایک ہزار آدمیوں نے کھالیا، نیز کھانا ویسے کا ویسا ہی پورا بچ گیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ بچا ہوا کھانا محلے کے لوگوں میں بھی تقسیم کردو!

نام رکھنے کے پیچھے عربوں کی عجیب سوچ

کسی نے ان عربوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے نام ’’حرام‘‘، ’’ضرار‘‘، ’’اسد‘‘ اِس طرح سخت معانی ومطالب والے اور آپ کے غلاموں کے نام ’’رباح‘‘، ’’فلاح‘‘، ’’یسار‘‘، ’’اسلم‘‘ نرم معانی پر مشتمل کیوں ہوتے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا کہ: اصل میں ہم دشمنوں کے لیے ہیں؛ یعنی دشمنوں کے لیے ہم ’’حرام‘‘، ’’ضرار‘‘ اور ’’اسد‘‘ ہیں، جب کہ غلام ہمارے لیے ہیں، ہمارے

فائدے اور سہولت کے لیے ہیں؛ اس لیے ان کے نام نرم اور اچھے معانی والے رکھا کرتے ہیں۔

مسجدِ فتح

ہم اِس وقت ''سلع'' پہاڑی پر واقع ایک مسجد جس کا نام ''مسجدِ فتح'' ہے، وہاں موجود ہیں۔ یہ پہاڑی مسجدِ نبوی سے تقریباً ۶۹۰ میٹر کے فاصلے پر ہے۔

۵ھ میں غزوۂ احزاب کے موقع پر جب تمام کفار نے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں نے اپنے دفاع کے واسطے خندق کھودی، اس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس جگہ قیام فرما کر مسلسل تین دن تک کفار کے لشکر کی شکست کے لیے دعا فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نصرت وفتح کی وحی نازل فرمائی تھی؛ اس لیے اس کو ''مسجدِ فتح'' کہا جاتا ہے۔ اس کا دوسرا نام ''مسجدِ اعلیٰ'' ہے۔

ہم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی طرز اپنایا

ہم جس وقت ''مسجدِ فتح'' میں داخل ہوئے وہ وہی وقت تھا جس میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی تھی۔

ہم نے بھی اس سنت پر عمل کیا: دو رکعت نفل نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے مختلف مقاصد کے لیے خوب رو رو کر دعا کی، خاص طور پر ہمارے پیر و مرشد: حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کی صحت وتندرستی کے لیے، ہمارے نورانی مکاتب وجامعہ دار الاحسان کی کامیابی وکامرانی کے واسطے خوب دعائیں کیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: جب مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے یا کوئی

پریشانی لاحق ہوتی ہے تو میں بدھ کے دن اسی جگہ آکر ظہر وعصر کے درمیان اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرا مسئلہ حل فرما دیتے ہیں۔(اخرجہ احمد: ۱۴۵۶۳،والبخاری فی ادب المفرد، رقم: ۷۰۴)

بدھ کے دن کی فضیلت

ویسے بھی بدھ کے دن کے بارے میں نصوص میں فضائل موجود ہیں؛ چناں چہ ''منہاج الحلیمی''اور بیہقی کی ''شعب الایمان''میں ہے:

وَفِيْ مِنْهَاجِ الْحُلَيْمِيْ وَشُعَبِ الْبَيْهَقِيْ أَنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ بَعْدَ الزَّوَالِ، وَذَكَرَ بُرْهَانُ الْاِسْلَامِ فِيْ تَعْلِيْمِ الْمُتَعَلِّمِ عَنْ صَاحِبِ الْهِدَايَةِ: أَنَّ مَا بُدِئَ شَيْءٌ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ اِلَّا وَتَمَّ. فَلِذٰلِكَ كَانَ جَمْعٌ مِنَ الشُّيُوْخِ يَتَحَرَّوْنَ اِبْتِدَاءَ الْجُلُوْسِ لِلتَّدْرِيْسِ فِيْهِ، وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ، فَبِدَايَتُهُ يَوْمَ خُلِقَ النُّوْرُ فِيْهِ تُنَاسِبُ مَعْنًى عَلَى التَّمَامِ. (فیض القدیر، ج:۱،ص:۵۵ط المکتبۃ الاسلامیہ)

ترجمہ: بدھ کے دن زوال کے بعد دعا قبول ہوتی ہے،اسی طرح ''برہان الاسلام علامہ زرنوجیؒ''نے ''تعلیم المتعلم''میں صاحبِ ہدایہؒ سے نقل کیا ہے کہ: جو بھی کام بدھ کے دن شروع کیا جائے وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔اسی لیے بہت سے مشائخِ عظام اپنے اسباق کی ابتدا بدھ کے دن سے کرتے ہیں؛اس لیے کہ علم نور ہے اور اُس کو اُس دن شروع کرنا جس دن نور پیدا کیا گیا تھا ایک گونہ اس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔

بدھ کا دن نُور کا دن

اسی طرح مسلم شریف کی صحیح حدیث میں بھی بدھ کے دن کی فضیلت مذکور ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَقَالَ: خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَخَلَقَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فِي اٰخِرِ الْخَلْقِ، فِي اٰخِرِ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ، فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ.(المسلم،رقم الحدیث:۲۷۸۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سنیچر کے دن زمین کو پیدا فرمایا، اتوار کے دن اُس میں پہاڑ لگائے، پیر کے دن اُس میں درخت اُگائے، منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا فرمایا، بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا، جمعرات کے دن زمین میں تمام قسم کے جانوروں کو پھیلایا اور آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری گھڑی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

بہر حال! یہ مسجد دن بھر کھلی رہتی ہے؛ لیکن بدھ کے دن مقامی لوگ بڑی تعداد میں اِس مسجد میں آتے ہیں، یہاں کے ایک ایجنٹ جن کا نام: ''ابو احمد افغانی'' ہے، وہ ویزہ وغیرہ کا کام کرتے ہیں، اسی جگہ ان کی آفس ہے، وہ بھی یہاں ہر بدھ کو پابندی کے ساتھ آتے ہیں۔

مسجدِ بنی غفار

ہم اِس وقت ''کوہِ سلع'' کے قریب ہے، اس پہاڑی پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے،

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس جگہ نماز ادا فرمائی تھی؛ چوں کہ اس جگہ صحابیٔ رسول ''حضرت کلثوم بن حصین الغفاری'' کا مکان تھا؛اس لیے اِس مسجد کا نام''مسجدِ بنی غفار'' ہے۔عام طور پر ہمارے یہاں (برِّصغیر ہند و پاک میں) ''کلثوم''عورتوں کا نام رکھا جاتا ہے؛لیکن عربوں میں مردوں کا بھی یہ نام رکھا جاتا ہے۔

مسجدِ جُہینہ

یہاں''مسجدِ جُہینہ'' کے نام سے ایک اور مسجد تھی،''جُہینہ'' ایک قبیلے کا نام تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس قبیلے کی مسجد کے لیے اپنے دستِ مبارک سے کسی ہڈی یا لکڑی کے ذریعے زمین پر حد بندی کر دی تھی کہ یہاں سے یہاں تک تمھاری مسجد رہے گی، کچھ وقت پہلے اس کو توڑ دیا گیا تھا؛لیکن دوبارہ اِس کو تعمیر کیا جارہا ہے۔

غارِ سجدہ

''جبلِ سلع وثواب'' پر ایک غار تھا،جس کو''غارِ سجدہ'' کہا جاتا ہے،ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے، پیچھے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں بہت لمبا سجدہ کیا تھا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس حالت کو دیکھ کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رونے لگے؛اس لیے کہ وہ یہ سمجھے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لمبا سجدہ کرنے کی وجہ بتلائی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ قیامت کے دن میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں ناراض نہیں کروں گا، آپ کی امت کو اتنی نعمتیں دوں گا کہ آپ خوش ہوجائیں گے؛ اِس لیے میں نے اس

کے شکرانے میں اتنا لمبا سجدہ کیا:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضي الله عنه قَالَ: خَرَجَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ لِطَلَبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَطَلَبَهُ فِي بُيُوتِهِ فَلَمْ يَجِدْهُ ، فَأَتْبَعَهُ فِي سِكَّةٍ سِكَّةٍ حَتَّى دُلَّ عَلَيْهِ فِي جَبَلِ ثَوَابٍ، فَخَرَجَ حَتَّى رَقِيَ جَبَلَ ثَوَابٍ، فَنَظَرَ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَبَصُرَ بِهِ فِي الْكَهْفِ الَّذِي اتَّخَذَ النَّاسُ إِلَيْهِ طَرِيقًا إِلَى مَسْجِدِ الْفَتْحِ. قَالَ مُعَاذٌ: فَإِذَا هُوَ سَاجِدٌ، فَهَبَطْتُ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ، وَهُوَ سَاجِدٌ، فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتَّى أَسَأْتُ بِهِ الظَّنَّ، فَظَنَنْتُ أَنْ قَدْ قُبِضَ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! لَقَدْ أَسَأْتُ بِكَ الظَّنَّ وَظَنَنْتُ أَنَّكَ قَدْ قُبِضْتَ. فَقَالَ: جَاءَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهَذَا الْمَوْضِعِ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ: مَا تُحِبُّ أَنْ أَصْنَعَ بِأُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: اللهُ أَعْلَمُ، فَذَهَبَ، ثُمَّ جَاءَنِي، فَقَالَ إِنَّهُ يَقُولُ: لَا أَسُوءُكَ فِي أُمَّتِكَ، فَسَجَدْتُ؛ فَأَفْضَلُ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللهِ السُّجُودُ. (معجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث:۳۲۳)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرنے کے واسطے نکلے، گھر میں تلاش کیا، نہیں پایا، گلی کوچوں میں تلاش کیا، نہیں پایا، پھر کسی نے ان کی رہنمائی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبلِ ثواب پر ہیں، وہ اس جگہ جا پہنچے، وہاں جا کر انھوں نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا، پھر ان کی نظر پڑی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں ایک غار کے اندر سجدے میں ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں پہاڑ کی چوٹی سے نیچے آ گیا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے ہی میں رہے، کافی دیر تک سجدے میں رہنے کے باعث مجھے یہ شبہ ہوا کہ کہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال تو نہیں ہو گیا! پھر جب بہت دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھایا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حالت بیان کی اور کہا کہ: مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ: اِس جگہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے، اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: میں آپ کی امت کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کروں؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں۔ پھر وہ چلے گئے، تھوڑی دیر بعد آ کر کہنے لگے: اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی آپ کی امت کے بارے میں رسوا نہیں کریں گے؛ اس لیے میں نے سجدہ کیا؛ اس لیے کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی بخشنے والی چیز ہے۔

فی الحال اس جگہ ''مربع'' (چوکور) پتھر لگا یا ہوا نظر آ رہا ہے، اس کے ساتھ لکڑی کا ڈنڈا لگا ہوا ہے، یہ اتنی چوڑی جگہ ہے کہ اس میں تین، چار آدمی کھڑے رہ سکتے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنتِ حسینؒ کا مکان

مسجدِ نبوی سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر شارع عمر ابن الخطاب پر ۱۴۰۰ر سال پرانا ایک مکان ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی ''حضرت فاطمہ بنتِ حسینؒ'' اور ان کے اہلِ خانہ جب ''کربلا'' سے واپس آئے تھے تو انھوں نے اِسی جگہ قیام فرمایا تھا، اس کے بعد انھوں نے اِس جگہ ایک کنواں بھی کُھدوایا تھا، اس کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان نکل آئی تھی، اس ناگہانی مصیبت کے وقت ان سب نے صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اس کی برکت سے کچھ ہی دیر میں وہ چٹان کہاں چلی گئی کسی کو پتا ہی نہیں چلا! گویا اللہ تعالیٰ نے اُس کو غائب کر دیا۔

آج بھی یہ مکان موجود ہے، کنواں بھی ہے، کہتے ہیں کہ: اگر اِس کنویں کو صاف کیا جائے تو ابھی بھی پانی نکلنے کا امکان ہے، نیز اِس مکان میں چھوٹی سی مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

مسجدِ منارتین

گورنر ہاؤس کی عمارت کے عقبی علاقے میں محلے کے اندر ''مسجدِ منارتین'' ہے، اس کو ''مسجدِ بنی دینار'' بھی کہا جاتا ہے، آپ ﷺ نے یہاں بھی نماز ادا فرمائی تھی، یہ مسجد کچھ سالوں پہلے تک پُرانے طرز پر ہی قائم تھی؛ لیکن اب انھوں نے نئی عمارت تعمیر کرلی ہے۔

اس مسجد کے پاس دو پہاڑیاں تھیں؛ اس لیے اس مسجد کو ''منارتین'' کہا جاتا ہے۔ یہاں حضرت رافع بن مالک الزرقی رضی اللہ عنہ کی قبر تھی، نئی تعمیر کے دوران اُس کو منتقل کردیا گیا۔

حکومتِ سعودیہ کی حیران کُن حکمتِ عملی

کچھ سال پہلے حکومت کے لوگ تعمیراتی سلسلے (Construction) کو آگے بڑھانے کے واسطے اس مسجد کو منہدم کرنے کے واسطے آئے تھے: لیکن یہاں صحابی کی قبر ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ کے لوگوں نے زبردست احتجاج اور اُن کی قبر کو منتقل نہیں کرنے دیا تھا؛ مگر یہ کارندے بھی بڑے شاطر ہیں، وہ پھر رات میں کسی وقت لوگوں کو غافل پاکر اپنا کام تمام کرجاتے ہیں!

بہرحال! آج اِس جگہ ایک خوب صورت باغیچہ بنادیا گیا ہے۔

ہاں! البتہ لوگوں کی اِس کارکردگی کی وجہ سے بہت سے تاریخی اور متبرک مقامات کی مرمت اور نئی تعمیر کا کام جاری ہے، نیز یہ لوگ ایسی ہر جگہ عربی اور انگریزی زبان میں بورڈ بھی لگا رہے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کو تاریخی مقامات کی زیارت کرنے میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔

عراق میں قبر منتقل کرنے کا واقعہ

آپ حضرات کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ عراق و ایران میں بھی بہت سارے اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قبرِ مبارک ہیں، سنہ ۱۹۲۹ء بعض قبروں کو منتقل کرنے کے لیے ان قبروں کو کھولا گیا تھا۔ چناں چہ جس وقت ملکِ عراق میں یہ کام ہونا تھا اس سے پہلے ہی پورے عالم میں اس کے چرچا نے زور پکڑ لیا تھا کہ فلاں وقت عراق میں قبروں کو کھولا جائے گا، لوگ اس موقع کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔

مذاق ایمان لانے کا سبب بن گیا

اس دوران ہمارے ملکِ ہندوستان کے ایک دہلی کے رہنے والے آدمی نے- جو اُس وقت دہلی میں پرنٹنگ پریس چلا رہا تھا- یہ خبر پڑھی تو وہ اس بات کی مذاق اڑانے لگا اور ہنستے ہنستے کہنے لگا: چلو! ذرا ہم بھی عراق جا کر دیکھتے ہیں کہ وہاں قبروں کو کھولتے وقت کیا مناظر اور حالات دیکھنے کو ملتے ہیں؟

نعش بالکل تر و تازہ تھی

جب قبر کھولنے کا کام شروع ہوا اور قبر کھولی گئی تو وہاں موجود ہزاروں-لاکھوں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان میں دو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نعش بالکل تر و تازہ تھی!

اس ہندوستانی باشندے نے یہ منظر دیکھتے ہی فوراً اُسی جگہ اسلام قبول کرلیا اور اُس نومسلم نے تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں ''حکیم اختر صاحبؒ'' کی مجلس میں اپنا یہ پورا قصہ بیان کیا تھا۔

نوٹ: تفصیلی واقعہ حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''جہانِ دیدہ'' بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

ایک عجیب ایمان افروز واقعہ

یہ ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے، اس وقت عراق میں بادشاہت تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کی قبریں اُس وقت یہاں (جامع مسجد سلمان رضی اللہ عنہ کے احاطے میں نہیں تھیں؛ بلکہ یہاں سے کافی فاصلے پر دریائے دجلہ اور مسجد سلمان کے درمیان کسی جگہ واقع تھیں۔

۱۹۲۹ء میں بادشاہِ وقت نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ اس سے فرمارہے ہیں کہ ہماری قبروں میں پانی آرہا ہے، اس کا مناسب انتظام کرو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دریائے دجلہ اور قبروں کے درمیان کسی جگہ گہری کھدائی کرکے دیکھا جائے کہ دجلہ کا پانی اندرونی طور پر قبروں کی طرف رِس رہا ہے یا نہیں۔ کھدائی کی گئی؛ لیکن پانی رِسنے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے؛ چناں چہ بادشاہ نے اس بات کو ایک خواب سمجھ کر نظر انداز کردیا۔

لیکن اس کے بعد پھر – غالباً ایک سے زیادہ مرتبہ – وہی خواب دکھائی دیا، جس سے بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی اور اس نے علما کو جمع کرکے ان کے سامنے یہ واقعہ بیان

کیا۔ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اُس وقت عراق کے کسی عالم نے بھی بیان کیا کہ انھوں نے بھی بعینہ یہی خواب دیکھا ہے۔ اُس وقت مشورے اور بحث و تمحیص کے بعد رائے یہ قرار پائی کہ دونوں بزرگوں کی قبر مبارک کو کھول کر دیکھا جائے اور اگر پانی وغیرہ آ رہا ہو تو ان کے جسموں کو منتقل کیا جائے۔ اُس وقت کے علما نے بھی اس رائے سے اتفاق کر لیا۔

چوں کہ قرونِ اولیٰ کے دو عظیم بزرگوں اور صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبروں کو کھولنے کا یہ واقعہ تاریخ میں پہلا واقعہ تھا؛ اس لیے حکومتِ عراق نے اس کا بڑا زبردست اہتمام کیا، اس کے لیے ایک تاریخ مقرر کی؛ تاکہ لوگ اس عمل میں شریک ہو سکیں۔ اتفاق سے وہ تاریخ ایامِ حج کے قریب تھی، جب اس ارادے کی اطلاع حجاز پہنچی تو وہاں حج پر آئے ہوئے لوگوں نے حکومتِ عراق سے درخواست کی کہ اس تاریخ کو قدرے مؤخر کر دیا جائے؛ تاکہ حج سے فارغ ہو کر جو لوگ عراق آنا چاہیں وہ آسکیں؛ چناں چہ حکومتِ عراق نے حج کے بعد کی ایک تاریخ مقرر کر دی۔

کہا جاتا ہے کہ مقررہ تاریخ پر نہ صرف اندرونِ عراق؛ بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی خلقت (لوگوں) کا اس قدر ازدحام (بھیڑ) ہوا کہ حکومت نے سب کو یہ عمل دکھانے کے لیے بڑی بڑی اسکرینیں دور تک فیٹ کیں؛ تاکہ جو لوگ براہِ راست قبروں کے پاس یہ عمل نہ دیکھ سکیں وہ ان اسکرینوں پر اس کا عکس دیکھ لیں۔

اس طرح یہ مبارک قبریں کھول گئیں اور ہزارہا افراد کے سمندر نے یہ حیرت انگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تقریباً تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود دونوں بزرگوں کی نعش ہائے مبارک صحیح و سالم اور تر و تازہ تھیں؛ بلکہ ایک غیر مسلم ماہرِ امراضِ چشم وہاں موجود تھا، اس نے نعش مبارک کو دیکھ کر بتایا کہ ان کی آنکھوں میں ابھی تک وہ چمک

موجود ہے جو کسی مُردے کی آنکھوں میں انتقال کے کچھ دیر بعد بھی موجود نہیں رہ سکتی؛ چناں چہ وہ شخص یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔

نعش مبارک کو منتقل کرنے کے لیے پہلے سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قریب جگہ تیار کرلی گئی تھی، وہاں تک لے جانے کے لیے نعش مبارک کو جنازے پر رکھا گیا، اس میں لمبے لمبے بانس باندھے گئے اور ہزارہا افراد کو کندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی اوراس طرح اب ان دونوں بزرگوں کی قبریں موجودہ جگہ پر بنی ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب انصاری مدظلہم کا بیان ہے کہ ۱۹۲۹ء کا یہ واقعہ مجھے یاد ہے، اس زمانے میں اخبارات میں اس کا بڑا چرچا ہوا تھا اوراس وقت ہندوستان سے ایک ادبی گھرانے کا ایک جوڑا عراق گیا ہوا تھا۔اُن دونوں میاں بیوی نے یہ واقعہ بہ چشمِ خود دیکھا اور غالباً بیوی نے اپنے اس سفر کی روداد ایک سفرنامے میں تحریر کی جو کتابی شکل میں شائع ہوا، اوراس کی ایک کاپی حضرت مولانا مدظلہم کے پاس محفوظ ہے۔

اس سفرنامے میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس وقت کسی غیر ملکی فرم کے ذریعے اس پورے عمل کی عکس بندی بھی کی گئی تھی اور بہت سے غیر مسلم بھی یہ واقعہ خاص طور پر دیکھنے آئے تھے، وہ اس اثر انگیز منظر سے نہ صرف بہت متاثر ہوئے؛ بلکہ بہت سے لوگوں نے اس منظر کو دیکھ کہ اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ اوراپنے دین کی حقانیت کے ایسے معجزے کبھی کبھی دکھلاتے ہیں:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

ہم ان کو آفاق میں بھی اور خود ان کے وجود میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے؛ تاکہ ان پر یہ بات واضح ہوجائے کہ یہی (دین) حق ہے۔ (از: جہانِ دیدہ، ص:۵۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا باغ

مسجدِ قبلتین کے قریب بئرِ رومہ کے کنارے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا باغ تھا، اس باغ میں ایک کنواں تھا، جس کو "بئر القراسہ" کہا جاتا تھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ذمے جو قرض تھا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے اور برکت کی وجہ سے وہ سارا قرضہ ادا ہوگیا تھا، یہ واقعہ یہاں اسی باغ میں پیش آیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کا غیبی انتظام

بخاری شریف کی روایت ہے:

عن كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا، فَاشْتَدَّ الغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمْتُهُ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي، وَيُحَلِّلُوا أَبِي، فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ، وَلَكِنْ قَالَ: سَأَغْدُو عَلَيْكَ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَغَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهِ بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ حُقُوقَهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِيَّةٌ، ثُمَّ جِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ، فَأَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: اسْمَعْ-وَهُوَ جَالِسٌ-يَا عُمَرُ! فَقَالَ: أَلَّا يَكُونُ؟ قَدْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ وَاللهِ! إِنَّكَ لَرَسُولُ اللهِ. (البخاری، رقم الحدیث:٢٦٠١)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں: ان کے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، چناں چہ ان کے والد کے قرض خواہوں نے ان سے قرض وصول کرنے میں سختی کی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس بارے میں بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرض خواہوں سے فرمایا کہ: وہ میرے باغ کی تمام کھجوریں لے لیں، اس کے بعد میرے والد کا جو قرض رہ جاوے وہ معاف کر دیں؛ لیکن انھوں نے انکار کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا باغ ان کو نہیں دیا اور نہ ان کے لیے پھل تڑوائے؛ بلکہ فرمایا کہ میں کل صبح تمھارے پاس آؤں گا؛ چناں چہ دوسرے دن صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے باغ میں تشریف لائے اور کھجوروں کے درختوں کے درمیان ٹہلتے اور برکت کی دعا فرماتے رہے۔ اس کے بعد میں نے کھجوریں توڑ کر سارا قرضہ ادا کر دیا اور میرے پاس کھجور بچ بھی گئیں۔ چناں چہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پورے واقعے کی اطلاع دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: عمر! سن رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ایسا کیوں نہ ہو اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

مسجدِ قبلتین

یہ مسجد مدینہ منورہ کے محلہ ''بنو سلمہ'' میں واقع ہے، بنو سلمہ کا محلہ مسجدِ نبوی سے تقریباً چار سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اِس مسجد میں بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور نماز کے دوران ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آیا کہ تم نماز میں اپنا رخ کعبۃ اللہ کی

جانب کیا کرو! چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نماز ہی میں بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کی جانب گھوم گئے تھے۔ (بخاری: ٤٠)

چوں کہ اس مسجد میں دو مختلف قبلوں کی جانب رُخ کر کے ایک نماز پڑھی گئی؛ اس لیے اس مسجد کو ''مسجدِ قبلتین'' کہا جاتا ہے۔

دونوں قبلے ایک دوسرے کی بالکل مخالف جانب تھے؛ اس لیے پشت والی دیوار پر اوپر کی جانب ایک چھوٹا سا محراب بہ طور نشان حکومت نے بنوایا ہے؛ تاکہ معلوم ہو کہ پہلے والا قبلہ اِس جانب تھا۔

تحویلِ قبلہ کی کیفیت

سیرت و تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ جب نماز کے دوران تحویلِ قبلہ کا حکم آیا تو ہر آدمی اپنی اپنی جگہ گھوم گیا، جس کی وجہ سے پہلی صف آخری صف بن گئی اور آخری صف پہلی صف بن گئی! چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -جو کہ امام تھے- اس تغیر والی کیفیت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پیچھے ہو گئے؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دورانِ نماز ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان سے چلتے ہوئے آگے تشریف لے گئے۔

تشریع کے وقت ترخیص (آسانی)

علما لکھتے ہیں کہ: چوں کہ اس زمانے میں ابھی شریعت نازل ہو رہی تھی، احکام کے بارے میں رہنمائی کی جا رہی تھی؛ اِس لیے اس طرح کرنے سے بھی اُن کی نماز میں کوئی نقص نہیں آیا تھا، جس کو اصطلاح میں ''تشریع کے وقت کی ترخیص'' کہا جاتا ہے، پھر بعد میں جا کر نماز میں چلنا، پھرنا، بات چیت کرنا تمام امور سے منع کیا گیا۔ (تحفۃ القاری: ١/ ٣٦٤)

نماز کے منافی عمل سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

اس لیے یاد رکھیں کہ نماز کے دوران کھانا - پینا، بات چیت کرنا، چلنا - پھرنا وغیرہ امور نماز کو فاسد کر دیتے ہیں۔

مجھ سے ایک صاحب کہنے لگے: یہاں کے پُرانے لوگ اِس زمانے میں بھی نماز میں چلتے - پھرتے ہیں، نماز میں موبائل پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں: أَنَا فِي الصَّلَاةِ (میں نماز میں ہوں)۔ حالاں کہ یہ درست نہیں ہے۔

مسجدِ بنو قریظہ

مدینہ منورہ کے جنوب مشرق میں مسجدِ نبوی شریف سے ۴ رکلومیٹر دور بنوقریظہ آباد تھے۔ حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بنوقریظہ کا تقریباً ۲۵ ردن تک محاصرہ کیا تھا۔ یہاں قیام کے دوران حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ۲۵ ردن تک نمازیں ادا کی تھیں؛ اس لیے یہاں ''مسجدِ بنوقریظہ'' کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی، ابھی اس کا وجود نہیں ہے؛ لیکن امید یہ ہے کہ اس کی دوبارہ تعمیر کی جاوے گی۔

بعض حضرات اس مسجد کو ''مسجد الشّمس'' بھی کہتے ہیں؛ اس لیے کہ بنوقریظہ کے محاصرے کے دوران ایک دن حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے واسطے بھیجا تھا اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز ادا کر لی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جب واپس لوٹے تو آپ ﷺ ان کی گود میں سر رکھ کر سو گئے، جس کی وجہ سے سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی نماز باقی رہ گئی:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ، ثُمَّ أَرْسَلَ عَلِيًّا فِي حَاجَةٍ، فَرَجَعَ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ فَنَامَ، فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ.

ترجمہ: حضرت اسما بنت عُمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ''صحبا'' نامی جگہ میں ادا فرمائی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے واسطے بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز ادا کر لی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جب واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گود میں سر رکھ کر سو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرکت نہیں دی؛ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

سورج واپس نکل آیا

چناں چہ بیدار ہونے کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی:

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللّٰهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهِ عَلَى نَبِيِّهِ فَرُدَّ عَلَيْهِ الشَّمْسَ. قَالَتْ: فَطَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ حَتَّى رُفِعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْأَرْضِ وَقَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ غَابَتْ وَذٰلِكَ بِالصَّهْبَاءِ.

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۳۸۲)

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے بندے علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے نبی کے واسطے اپنی ذات کو روکے رکھا تھا، سو آپ اس کے لیے سورج کو لوٹا دیجیے۔ راویہ (حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ: سورج غروب ہونے کے بعد واپس نکلا؛ یہاں تک کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر دکھائی دی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وضو فرمایا اور عصر کی نماز پڑھی، پھر سورج غروب ہوا۔

اسلام میں سب سے پہلی مسجد: مسجدِ قُبا

ہم فی الحال مسجدِ قبا کے پاس ہے، اسلام میں سب سے پہلی مسجد: ''قبا'' کی مسجد ہے۔ حقیقت میں ''قبا'' ایک کنویں کا نام تھا، اس کی مناسبت سے اس بستی کا نام بھی ''قبا'' رکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت کی تھی تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ (١٤) دن یہاں قیام فرمایا تھا اور اسی درمیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی تاریخ کی سب سے پہلی مسجد بنوائی تھی۔

مسجدِ قبا کا جائے وقوع

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں مقیم تھے، اس وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا کہ: اے اللہ کے رسول! ہم کس جگہ مسجد بنائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: میری اونٹنی لے جاؤ! یہ جس جگہ بیٹھ جاوے اس جگہ مسجد بنا دینا۔

چناں چہ آج کی مسجدِ قبا میں جو بیچ والا گنبد ہے؛ یعنی امام صاحب کے پیچھے کھڑے ہونے کی صورت میں پانچویں صف کے اوپر جو گنبد ہے اس میں جو دو سوراخ یا سیاہ نقطے نظر آتے ہیں اسی جگہ وہ اونٹنی بیٹھی تھی۔

نیز مسجدِ قبا کے قبلے کا رخ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتلایا تھا؛ اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ مسجدِ قبا کا قبلہ ''اعدل القبلۃ'' (دنیا کا سب سے صحیح قبلہ) ہے۔

مسجدِ قبا کے امام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے جب قبا میں مقیم تھے، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ نماز پڑھتے تھے، سالم مولیٰ حذیفہ اس مسجد کے امام تھے، جو

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، بہت ہی بہترین انداز میں قرآنِ پاک پڑھتے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے ہی نماز پڑھتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ: آج اگر سالم زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا! یہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے، ان کے آقا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی اُسی جنگ میں شہید ہوگئے تھے، اس وقت عجیب وغریب منظر تھا، اِس طرح کہ آقا کا سر غلام کے پیروں میں اور غلام کا سر آقا کے پیروں میں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز	نہ کوئی بندہ رہا، نہ کوئی بندہ نواز

مسجدِ قبا میں نماز پڑھنے کی فضیلت

اِس مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

عن سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رضي الله عنه، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ، فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً، كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ. (ابن ماجة:۱۴۱۲)

ترجمہ: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی گھر پر وضو کرے، پھر مسجدِ قبا میں آکر نماز پڑھے تو اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسے عمرے کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث شریف کے دوسرے طُرق میں گھر سے وضو کرنے کی شرط نہیں ہے؛ اس لیے کسی کو یہاں زیارت کے لیے آنے کا موقع مل جائے اور وہ یہاں وضو کر کے نماز پڑھ لے تب بھی اس حدیث شریف میں مذکور فضیلت کا مستحق ہو جائے گا۔

مسجدِ ضرار کا قیام

الغرض! مسجدِ قُبا بڑے نیک اور پاکیزہ جذبے کے ساتھ تعمیر کی گئی تھی، تبھی اس کی اتنی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں؛ لیکن اس سے متصل منافقوں نے بھی اپنے ناپاک ارادے وسازش کو نافذ کرنے کے لیے ایک مسجد بنائی تھی، جسے ''مسجدِ ضرار'' کہا گیا۔

اس کے لیے اُن منافقوں نے یہ بہانہ بنایا کہ ہمارے عمر رسیدہ اور معذور حضرات کو مسجدِ قبا تک آنے سے تکلیف ہوتی ہے؛ اس لیے ان کے واسطے یہ مسجد بنائی گئی ہے اور انھوں نے مسجد تعمیر ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہماری مسجد میں آکر برکت کے واسطے نماز پڑھ دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا: فی الحال ہم غزوۂ تبوک کی مہم پر جا رہے ہیں، وہاں سے واپسی کے بعد اس بارے میں غور وفکر کریں گے۔

''سازش'' کا اڈہ ''آتش'' کے حوالے

چناں چہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے لوٹے اور آپ کا پڑاؤ ''مقامِ ذی اوان'' میں ہوا، تب یہ لوگ آپ کا کیا ہوا وعدہ یاد دلانے آئے، ٹھیک اُسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ایک مسجد (مسلمانوں کو) نقصان پہنچانے کے لیے اور کفر (کو طاقت پہنچانے) کے لیے اور ایمان والوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے بنائی اور اس آدمی کو اڈہ (یعنی ٹھہرنے کی جگہ) دینے کے لیے جو پہلے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی (مخالفت) کررہا ہے، اور (اوپر سے) ضرور یہ لوگ قسم کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بس بھلائی ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً وہ لوگ جھوٹے ہیں ﴿۱۰۷﴾ (اے نبی!) تم اس میں کبھی (نماز کے لیے) کھڑے مت رہنا، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ لائق ہے کہ تم اس میں (نماز کے لیے) کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو صاف ستھرا رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت حضرت مالک خشعمی رضی اللہ عنہ اور حضرت معن بن عدی عجلانی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم دیا کہ: اسے جاکر جلادو۔ (روح المعانی: ۱۱/۱۸)

ان دونوں حضرات نے جاکر اس سازش کے اڈے کو آتش کے حوالے کردیا۔

وہ جگہ قیامت تک منحوس ہوگئی

''تفسیرِ مظہری'' میں حضرت محمد بن صالحؒ کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب سفر سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ منورہ پہنچے تو ''مسجدِ ضرار'' کی جگہ خالی پڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت دی کہ وہ اس جگہ اپنا گھر بنالیں۔

انھوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! جس جگہ کے متعلق قرآنِ کریم میں آیات

نازل ہوچکی ہوں، میں اس جگہ گھر بنانا پسند نہیں کرتا؛ البتہ حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ ضرورت مند ہیں، ان کے پاس گھر نہیں ہے، ان کو اجازت دے دیجیے کہ وہ یہاں مکان بنالیں؛ مگر ہوا یہ کہ جب تک حضرت ثابت اس مقام میں مقیم رہے ان کا کوئی بچہ نہیں ہوا یا ہوا تو زندہ نہ رہا۔

اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ انسان تو کیا کوئی مرغی بھی انڈے دینے کے قابل نہ رہی، کوئی کبوتر اور جانور بھی اس میں پھلا پھولا نہیں، چناں چہ اس کے بعد سے لے کر آج تک یہ جگہ ویران پڑی ہے، اِس طرح منافقوں کی سازش کا یہ اڈہ تا صبحِ قیامت منحوس ہوکر رہ گیا! (معارف القرآن ص ۱۰۷)

رہبانیت کی آڑ میں فسق

اس سازش کے اڈے کو بنانے میں اصل کردار ابو عامر فاسق کا تھا جو راہب کا لبادہ اوڑھ کر فسق و فجور کو عام کر رہا تھا، یہ ''غسیل الملائکہ'' حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ تھا، اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: یہ راہب نہیں، فاسق ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے؛ اس لیے کہ وہ خود تو مسلمان تھے، ''غسیل الملائکہ'' تھے؛ مگر ان کا باپ کافروں کا سردار اور فاسق تھا، نیز ان کی بیوی ''رئیس المنافقین'' عبداللہ بن اُبی بن سلول کی بیٹی تھی۔

نور کی لاٹھی

قبا سے تھوڑے فاصلے پر ''مسجدِ نور'' ہے، ایک روایت میں ہے کہ دو صحابی: حضرت عباد بن بِشر رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ جب اندھیری رات میں اپنے

گھر جا رہے تھے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لاٹھی عطا کر کے فرمایا تھا کہ: لو! یہ لے کر چلے جاؤ! اس کے بعد ان کی لاٹھی میں نور پیدا ہو گیا تھا۔

پھر آگے جا کر جب دونوں کے گھر کا راستہ الگ الگ ہو گیا تو دونوں صحابی کی لاٹھیاں چمکنے لگیں۔ (بخاری شریف: ۳۸۰۵)

اُس جگہ یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے؛ اس لیے اِس کو ''مسجدِ نور'' کہا جاتا ہے۔

مسجدِ حضرت سعد بن خَیثمہ رضی اللہ عنہ

ہم اس وقت ''مسجدِ سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ'' والی جگہ میں موجود ہیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ہَدم رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا تھا جو مسجدِ قبا کے جنوب میں مغربی کونے میں تھا۔

اُس زمانے میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر بھی تشریف لے جاتے تھے، اسی نسبت سے وہاں مسجد بنا دی گئی تھی جو جدید توسیع میں مسجدِ نبوی میں شامل کر دی گئی ہے۔

جنت حاصل کرنے میں جلدی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ دونوں صحابی ہیں، غزوۂ بدر کے موقع پر دونوں باپ بیٹے کے درمیان اِس بات پر قرعہ اندازی کی گئی تھی کہ دونوں میں سے کون جہاد میں جائے گا؟ چناں چہ قرعہ اندازی میں بیٹے کا نام نکلا تو ان کے والد کہنے لگے: بیٹا! مجھے جہاد میں جانے دو! یہ سن کر بیٹا کہنے لگا: ابا! اگر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کا معاملہ ہوتا تو میں ایسا کر لیتا۔ (المستدرك على الصحيحين للحاكم، ج:۳، حديث: ۴۸۶۴)

الغرض! حضرت سعد رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور مقامِ شہادت سے سرفراز ہوئے اور غزوۂ احد میں ان کے والدِ ماجد کی شہادت کی تمنا بھی پوری ہوئی۔

مسجدِ جمعہ

اب ہم ''مسجدِ جمعہ'' کی طرف جا رہے ہیں، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجدِ قُبا سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے اپنی زندگی کا پہلا جمعہ ادا کیا تھا؛ اس لیے اس کو ''مسجدِ جمعہ'' کہا جاتا ہے، اس مسجد کو ''مسجدِ بنوسالم''، ''مسجدِ عاتکہ''، ''مسجد الوادی''، ''مسجدِ قبیب'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں قبیلۂ بنوسالم کے لوگ آباد تھے، ان کی آبادی مسجدِ قبا کی شمالی جانب تقریباً ۸۰۰ ر میٹر کے فاصلے پر اور مسجدِ نبوی شریف سے تقریباً اڑھائی کیلومیٹر دور تھی۔

جس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبا سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ حضور! آپ نے کافی دن تک ہمارے رشتے داروں کے یہاں قیام فرمایا ہے، اگر آپ ہمارے یہاں قیام نہیں کریں گے اور ہمارے پاس سے ایسے ہی گذر جائیں گے تو یہ ہمارے لیے بڑی عار اور شرم کی بات ہوگی؛ اس لیے آپ تھوڑی دیر کے لیے ہمارے یہاں رک جایئے۔

ان کی اس درخواست کو قبول فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس جگہ رک گئے جہاں مسجدِ جمعہ ہے اور پھر وہاں جمعہ کی نماز پڑھائی۔

حضرت امِ حرام بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا کا مکان

حضرت امِ حرام بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا کا مکان بھی اسی جگہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب قبا

تشریف لے جاتے تھے تو ان کے گھر اکثر جایا کرتے تھے۔

اُن کی قبر مبارک ترکی کے ''قبرص'' میں ہے۔

نوٹ: حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے مزید حالات کے لیے دیکھی ہوئی دنیا، جلد: ۴ ر ملاحظہ فرمائیں۔

مسجدِ حضرت عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ

''مسجدِ جمعہ'' کے ساتھ ہی شمالی جانب ایک مسجد اور بھی ہے جسے ''مسجدِ عتبان بن مالک'' کہا جاتا ہے، حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، جن کی نگاہ کمزور تھی، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ: یارسول اللہ! اندھیرے اور بارش کی وجہ سے میرے لیے مسجد آنا جانا مشکل ہوتا ہے، آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھ دیجیے؛ تاکہ میں اس جگہ اپنی مسجد بنالوں!

چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کے گھر تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: کہاں نماز پڑھنی ہے؟ انھوں نے ایک جگہ بتلائی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نماز ادا کی۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کچھ کھانا بھی تیار کیا تھا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۶۸)

اس کے بعد انھوں نے گھر میں اسی جگہ اپنی مسجد بنالی تھی، تقریباً پچیس سال پہلے وہ مسجد موجود تھی، اب اس کو توڑ کر نئے انداز میں بنایا گیا ہے۔

جس مقصد کے لیے جائیں پہلے وہ کام کریں

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر ان کی دعوت کو قبول فرما تشریف

لے گئے تھے، وہاں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اول کھانا تناول فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا کہ: میں آپ لوگوں کے گھر میں برکت کے واسطے نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ان کے بھائی اور ان کی دادی کو پیچھے کھڑے رکھ کر دو رکعت نفل نماز پڑھائی تھی۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۸۰)

دیکھیے! اوپر والے واقعے میں پہلے نماز پھر کھانا ہوا، جب کہ نیچے والے واقعے میں پہلے کھانا ہوا پھر نماز ہوئی۔ علما فرماتے ہیں: اِس سے معلوم ہوا کہ انسان جس کام کے لیے جاوے پہلے اس کو انجام دے، اس کے بعد کوئی دوسرا کام کرے، علما نے اس چیز کو ادب میں شمار کیا ہے۔

مسجدِ بنونجار

مسجدِ قبا سے تقریباً ۹۰۰ رمیٹر کے فاصلے پر ایک جگہ اسکول نظر آتا ہے، وہاں ''مسجدِ بنونجار'' تھی؛ اس لیے کہ یہاں قبیلۂ بنونجار کے لوگ آباد تھے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال میں چھوٹی چھوٹی بچیوں نے جو ''طلع البدر علینا'' والا ترانہ پڑھا تھا وہ اسی جگہ پڑھا تھا۔

مسجدِ فضیح

اب ہم اُس جگہ پر ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلۂ بنونضیر کا محاصرہ کیا تھا، بنونضیر کی بستی مسجدِ قبا سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھی، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ دن تک یہاں نمازیں پڑھی تھیں، اس کے بعد یہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی، جس کو ''مسجدِ

فضیح'' کہا جاتا ہے۔

عربی میں انگور اور کھجور کی شراب کو ''فضیح'' کہا جاتا ہے؛ چوں کہ شروع زمانے میں جب شراب حلال تھی تو مسلمان لوگ اس جگہ شراب پیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سب کو شراب پلا رہے تھے، اس دوران شراب کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوا، جیسے ہی ان کو شراب کی حرمت والی آیت کا علم ہوا تو انھوں نے فوراً شراب کے برتنوں کو توڑ کر تمام شراب بہادی۔

مسجدِ مسبح

مسجدِ قبا کے جنوب مغرب میں محلے کے اندر ایک مسجد ہے، جس کا نام ''مسجدِ مسبح'' ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں فجر کی نماز ادا کی تھی، اس مسجد کو ''مسجد بنوانیف'' اور ''مسجدِ فجر'' بھی کہتے ہیں، اِس مسجد میں باقاعدہ پانچ وقت کی نماز تو نہیں ہوتی ہے؛ البتہ ابھی اس کی تجدید کی گئی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جگہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا تھا، اسی جگہ صحابیٔ رسول ''حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ'' کا مکان تھا۔

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کا ایمان

ایک مرتبہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ: اے اللہ کے رسول! (بیعت کے لیے) اپنے ہاتھ پھیلایئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں آپ کی والدہ سے رشتہ توڑنے کا حکم کروں تب بھی؟ انھوں نے کہا: نہیں! پھر کچھ دن کے بعد آئے اور آکر بیعت کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی بات ارشاد فرمائی، پھر تیسری مرتبہ آئے اور اسلام پر بیعت کرنے کی درخواست کی،

آپ اپنی والدہ کے ساتھ بہت زیادہ حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔

اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: اے طلحہ! ہمارا دین رشتے کاٹنا نہیں، جوڑنا سکھاتا ہے؛ لیکن میں آپ سے اِس لیے ایسی بات کہہ رہا تھا: تاکہ اسلام کے بارے میں آپ کو شک وشبہ نہ رہے، پھر وہ اسلام لے آئے اور ان کا اسلام بہت اچھا رہا۔ (معجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۸۱۶۳)

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی بیمار پُرسی

جب حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے؛ لیکن اُس وقت ان کو افاقہ نہیں تھا، بے ہوش تھے۔

ان کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ: مجھے بہ ظاہر ایسا لگ رہا ہے کہ اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو جائے گا، آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: جب ان کو ہوش آجاوے تو مجھے اطلاع کر دینا، پھر جب ان کو ہوش آیا تو انھوں نے پوچھا کہ: کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری بیمار پُرسی کے لیے آئے تھے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے تھے۔ (معجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۸۱۶۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہمدردی

چناں چہ جب حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کو تھوڑا افاقہ ہوا تو وہ رات کا وقت تھا؛ اس لیے انھوں نے اپنے رشتے داروں اور متعلقین سے کہا کہ: اگر میرا رات کے وقت انتقال ہو جائے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میری موت کی خبر نہ کرنا! کہیں ایسا نہ ہو! رات کے

وقت کوئی دشمن یا تکلیف پہنچانے والا جانور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچا دے، ہاں! لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ: میرے لیے استغفار کرے، اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

پھر جب صبح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے انتقال کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے مکان پر تشریف لائے، ان کی جنازے کی نماز پڑھی اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! طلحہ سے اِس طرح ملاقات کرنا کہ آپ بھی ہنس رہے ہو اور وہ بھی ہنس رہا ہو۔ (معجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۸۱۶۳)

اِس سے یہ سبق ملا کہ اپنی راحت، اپنے فائدے اور اپنے تبرک کے لیے بڑوں کو تکلیف نہیں دینا چاہیے۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ عجیب عاشقِ رسول تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ پاؤں چومتے ہوئے کہا: جو جی چاہے مجھے حکم دیجیے، تعمیل میں کوتاہی نہ ہوگی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب کرتے ہوئے مسکرا کر فرمایا کہ: جاؤ! اپنے کافر باپ کو قتل کر دو! وہ اس کے لیے بھی تیار ہو گئے اور قتل کے واسطے جانے لگے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو واپس بلا کر فرمایا: میں رشتے داری توڑنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ (اسد الغابۃ، ج:۲، ص:۳۸)

بئرِ اریس کا واقعہ

مسجدِ قبا کے پاس مغربی جانب ایک اور کنواں ہے، جس کو "بئرِ اریس" کہا جاتا ہے،

اس کا قصہ بھی بڑا مشہور ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن انھوں نے وضو کیا اور اِس ارادے کے ساتھ گھر سے نکلے کہ آج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑوں گا، اس کے بعد وہ مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا۔

وہاں موجود لوگوں نے بتایا کہ: حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تشریف لے جا چکے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس طرف تشریف لے گئے ہیں۔

دربانی اُس دربار کی

چناں چہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے نکلا، آخر کار میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا کے قریب ''باغِ اریس'' میں داخل ہو رہے ہیں، میں دروازے پر بیٹھ گیا، اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرورتِ بشریہ سے فارغ چکے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو بھی کر لیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ آپ بئرِ اریس (اس باغ کے کنویں) کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پنڈلیاں کھول رکھی ہیں اور کنویں میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور پھر واپس آ کر باغ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری

میں نے سوچا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان رہوں گا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھولنا چاہا تو میں نے پوچھا کہ کون صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا کہ:

ابوبکر! میں نے کہا: تھوڑی دیر ٹھہر جائیے، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: ابوبکر دروازے پر موجود ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انھیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی۔

میں دروازے پر واپس آیا اور ان کو داخل ہونے کی اجازت دی اور یہ بھی کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اسی کنویں کی منڈیر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داہنی طرف دونوں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری

پھر میں واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا، میں آتے وقت اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا، وہ میرے ساتھ آنے والے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا: کاش کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو خبر دے دیتا (اس سے اُن کی مراد اپنا بھائی تھا) اور انھیں یہاں پہنچا دیتا، اتنے میں کسی صاحب نے دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ جواب ملا کہ: عمر بن خطاب۔

میں نے کہا: تھوڑی دیر ٹھہر جائیے، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: عمر دروازے پر موجود ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انھیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی۔

میں دروازے پر واپس آیا اور ان کو داخل ہونے کی اجازت دی اور یہ بھی کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اسی کنویں کی منڈیر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں طرف دونوں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری ایک شرط کے ساتھ

میں پھر دروازے پر آکر بیٹھ گیا اور سوچتا رہا کہ اگر اللہ تعالیٰ فلاں (ان کے بھائی) کے ساتھ خیر چاہے گا تو اسے یہاں پہنچا دے گا، اتنے میں ایک اور صاحب آئے اور دروازے پر دستک دی، میں نے ان سے پوچھا: کون صاحب ہیں؟ بولے کہ: عثمان بن عفان۔

میں نے کہا: تھوڑی دیر ٹھہر جائیے، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: عثمان دروازے پر موجود ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انھیں اندر آنے کی اجازت اور ایک آزمائش کے بدلے میں جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں دروازے پر واپس آیا اور ان کو داخل ہونے کی اجازت دی اور یہ بھی کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اُس آزمائش کے بدلے جو آپ کو پہنچے گی۔ جب وہ داخل ہوئے تو دیکھا منڈیر پر جگہ نہیں ہے؛ اس لیے وہ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی باغ میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تھی؛ لیکن اُس وقت ان کو صرف جنت کی بشارت دی گئی تھی، باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ (البخاری: ۳۶۷۴)

کنویں میں انگوٹھی گرنے کا واقعہ

اس کنویں کو "بئرِ خاتم" بھی کہا جاتا ہے۔

۶ھ میں صلحِ حدیبیہ کے بعد جب ذرا اطمینان ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت

پہنچانے کے واسطے عجم کے بادشاہوں کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا، اس وقت آپ ﷺ سے کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا تھا کہ: اے اللہ کے رسول! عجمی بادشاہوں کا یہ طرز رہا ہے کہ وہ مہر کے بغیر کسی کے خط کو قبول نہیں کرتے ہیں، سو آپ مہر بنوا دیجیے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی تھی، جس پر ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔

وہ انگوٹھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی، ان کے بعد دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، ان کے بعد تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبضے میں پہنچی، ان کے پاس چھ سال تک رہی۔ (بخاری شریف، رقم الحدیث: ۵۸۷۳)

انگوٹھی گرتے ہی فتنے کا دروازہ کھل گیا

ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اِسی کنویں پر بیٹھے تھے، اس وقت اُن کے ہاتھ سے انگوٹھی پھِسل کر اِس کنویں میں گر گئی، تین دن تک تلاش کیا؛ لیکن وہ انگوٹھی نہیں ملی، اس کے بعد سے فتنے اور پریشانیاں شروع ہوگئیں۔

''بذل المجہود'' کے حاشیے میں اس انگوٹھی کے بارے میں لکھا ہے کہ: کوئی بھی مہر ہوتی ہے تو اسے الٹا لکھا جاتا ہے اور جب کسی کاغذ پر اس کی پرنٹ نکالی جاتی ہے تو سیدھا چھپتا ہے؛ لیکن یہ ایسی انگوٹھی تھی کہ: اس سے چھپتا بھی سیدھا تھا اور لکھا ہوا بھی سیدھا ہی نظر آتا تھا۔ (بذل المجہود، ج:۱۱، ص:۲۴۲)

باغِ سوالہ

اب ہم کھجور کے ایک باغ کی طرف جا رہے ہیں، جس کا نام ''باغِ سوالہ'' ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ باغ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور آج بھی وہ باغ انھیں کے خاندان والوں کے پاس ہے، اِس باغ میں آج بھی اُس زمانے کا ایک کچا مکان ہے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں کے کنویں سے وضو فرمایا، نماز پڑھی اور اس کے پانی میں اپنا لعابِ دہن ڈالا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ: اِس کنویں کا کیا نام ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اس کنویں کا نام ''بئر العسیر ۃ'' ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام بدل کر ''یسیرہ'' کر دیا۔

یہ کنواں ''عوالی'' میں مسجدِ قبا سے مشرقی جانب تقریباً تین (۳) کلومیٹر دور ہے۔ اور ''بئر العھن'' کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جنگِ احد میں زخمی ہوکر شہید ہوگئے تھے تو ان کو اسی کنویں کے پانی سے غسل دیا گیا تھا، نیز یہاں ''قصر السوالہ'' کے نام سے پُرانے زمانے کا ایک مکان بھی ہے، کہا جاتا ہے کہ: یہ قبیلۂ بنوامیہ کے ہاتھوں تعمیر شدہ مکان ہے۔

بُستانُ الْمُسْتَظِلّ اور بئرِ عذق

اب ہم ایک باغیچے میں پہنچے، یہ باغیچہ مسجدِ قبا کی مغربی جانب میں واقع ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں صحابیٔ رسول: ''حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ'' کا باغ تھا، اس باغ کی کھجوریں مسجدِ قُبا کے پاس ''مِربد'' میں سُکھائی جاتی تھیں، اسی باغ میں انصارِ مدینہ نے حضرت

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا تھا؛ چناں چہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اُس وقت بہت زیادہ تیز دھوپ تھی اور عجیب بات یہ کہ مدینہ والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی سمجھ رہے تھے اوران سے مصافحہ کر رہے تھے؛ لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ کیا تو سب سمجھ گئے کہ آپ ہی آخری نبی ہیں۔ اسی وجہ سے اِس باغ کو ''بُستانُ الْمُسْتَظِلّ'' کہا جاتا ہے۔ (از: تاریخِ اسلام، محمد اکبر شاہ نجیب آبادی، ص:۱۲۵ تا ۱۲۷)

اس باغ میں ایک کنواں بھی ہے، جس کا نام ''بئرِ عذق'' ہے، اس کا پانی بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا تھا۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر پتّھر بھی نرم ہو گیا

یہاں اِس باغ کے قریب ایک جگہ کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے اور ایک پتّھر پر بیٹھے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پر بیٹھنے کی وجہ سے وہ پتّھر نرم ہو گیا تھا!

آج بھی وہ پتّھر موجود ہے، جب میں نے قریب جا کر اس پتّھر کو غور سے دیکھا تو وہ بالکل سیٹ (Seat) کی طرح بیٹھنے کے قابل تھا، نیز اس پتّھر پر سر رکھنے کی جگہ بالکل گول تھی؛ لیکن اب اس جگہ کو بند کر دیا گیا ہے، یہ بات بندے نے کسی کتاب میں پڑھی نہیں ہے؛ مگر یہاں کے لوگوں میں اس طرح مشہور ہے، واللہ اعلم!

لیکن میں کہتا ہوں کہ ایسا ہونا بعید از عقل بھی نہیں؛ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی: حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا نرم کر دیا، اسی طرح ایک پتّھر پر حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ مارا تھا تو اس پر ان کے ہاتھ کے بھی نشان پڑ گئے تھے تو پھر سیّد الانبیاء، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی پتھر نرم ہو جائے، تو یہ تعجب کی بات نہیں!

مسجدِ شیخین

مدینہ منورہ اور احد پہاڑ کے درمیان ''شارع سید الشہداء'' کے قریب ایک مسجد ہے، جس کا نام ہے ''مسجدِ شیخین''، یہاں بڑی عمر کے یہودی میاں بیوی رہا کرتے تھے؛ اس لیے اس مسجد کو ''مسجدِ شیخین'' کہا جاتا ہے۔

اس کو ''مسجد الدِّرْع'' بھی کہتے ہیں- دِرْعُ عربی زبان میں ''زِرہ'' کو کہا جاتا ہے- اس جگہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زِرہ اتار کر رکھی تھی، نیز یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا تھا اور نماز بھی پڑھی تھی۔

اسی طرح اس مسجد کو ''مسجد البدائع'' اور ''مسجد العدویٰ'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرمانے کی جگہ

ہم ابھی اُس جگہ (مسجدِ شیخین کے پاس) موجود ہیں جہاں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ احد کے لیے تشریف لے جاتے وقت قیام فرما کر عصر، مغرب اور عشا تین نمازیں ادا فرمائی تھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے دن اسی جگہ لشکر کو نئے سرے سے ترتیب دے کر تیار کیا تھا۔

اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں سے پندرہ سال سے کم عمر کے بچوں کو واپس بھیج دیا تھا، ان بچوں میں حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

اُحد پہاڑ کے پیچھے

اِس وقت ہم احد پہاڑ کے پیچھے والے حصّے میں ہیں،غزوۂ احد کے موقع پر رئیس المنافقین: عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ۳۰۰ ؍چیلوں چپاٹوں کو لے کر اِسی جگہ (مدینہ منورہ اوراحد کے درمیان مقامِ شوط) سے حیلے بہانے کر کے واپس ہوگیا تھا۔

اسی طرح جب قیامت کے قریب دجّال نکلے گا تو وہ مدینہ منورہ میں تو داخل نہیں ہوسکے گا؛اس لیے کہ مدینہ منورہ کے آس پاس فرشتے پہرہ دیتے ہوں گے،تب وہ اسی احد پہاڑ کے پیچھے والے حصّے مقامِ جُرُف میں ٹھہرے گا۔

’’دجال‘‘ مقامِ جُرُف میں

دجّال مقامِ جُرُف سے پہاڑ پر چڑھے گا اور مدینہ منورہ کی طرف دیکھ کرآواز لگائے گا:لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ الاَبْيَضُ؟یعنی یہ سفید محل کس کا ہے؟

پھر خود ہی کہے گا: یہ تو احمد کی مسجد ہے۔اُس وقت مدینہ منورہ میں تین زلزلے آئیں گے،اس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں جتنے ملحد ومنافق ہوں گے وہ سب شہر سے باہر نکل کر دجال کے لشکر ساتھ مل جائیں گے۔ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد ستّر (۷۰) ہزار ہوں گی؛ گویا یہ مخلصوں ومنافقوں کے درمیان چھٹائی کا کام ہوگا۔

روایت ملاحظہ کیجیے:

عَنْ مِحْجَنِ بْنِ الْأَدْرَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ: يَوْمُ الْخَلَاصِ وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا يَوْمُ الْخَلَاصِ؟ فَقَالَ: يَجِيءُ الدَّجَّالُ فَيَصْعَدُ أُحُدًا

فَيَطَّلِعُ فَيَنْظُرُ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَيَقُولُ لِأَصْحَابِهِ أَلَا تَرَوْنَ إِلَى هَذَا الْقَصْرِ الْأَبْيَضِ، هَذَا مَسْجِدُ أَحْمَدَ. ثُمَّ يَأْتِي الْمَدِينَةَ فَيَجِدُ بِكُلِّ نَقْبٍ مِنْ نِقَابِهَا مَلَكًا مُصْلِتًا، فَيَأْتِي سُبْحَةَ الْجُرُفِ فَيَضْرِبُ رِوَاقَهُ ثُمَّ تَرْتَجِفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَلَا يَبْقَى مُنَافِقٌ وَلَا مُنَافِقَةٌ، وَلَا فَاسِقٌ وَلَا فَاسِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ، فَتَخْلُصُ الْمَدِينَةُ وَذَلِكَ يَوْمُ الْخَلَاصِ. (المستدرك علی الصحیحین لحاکم، رقم الحدیث:۸۶۳۱)

ترجمہ: حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا، اُس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: خلاصی کا دن اور تمھیں کیا معلوم کہ خلاصی کا دن کیا ہے؟ پھر فرمایا: قیامت کے قریب دجال آکر اُحد پہاڑ پر چڑھے گا، پھر مدینہ منورہ کی طرف جھانک کر اپنے ساتھیوں سے کہے گا: کیا تمھیں ''قصرِ ابیض'' نظر نہیں آرہا ہے؟ یہ ''احمد'' کی مسجد ہے۔

پھر وہ مدینہ منورہ میں داخل ہونا چاہے گا؛ لیکن ہر طرف فرشتوں کے پہرے پائے گا، اس کے بعد وہ مقامِ جرف میں اپنا خیمہ لگائے گا، سو مدینہ منورہ میں تین زوردار زلزلے آئیں گے، اس کی وجہ سے منافق مرد و عورت، فاسق مرد و عورت سب مدینہ منورہ سے باہر نکل جائیں گے اور مدینہ منورہ ان کی گندگیوں سے پاک صاف ہوجائے گا، یہی چھٹکارے کا دن ہے۔

بنو حارثہ کے محلّے میں

''مسجدِ شیخین'' کے شمالی جانب اور ''شارع سید الشہداء'' کے قریب ''بنو حارثہ'' کا محلہ ہے، ۵ھ میں غزوۂ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ کے اطراف میں جو خندق کھودی

گئی تھی، اُس کی ابتدا اِسی جگہ سے کی گئی تھی۔

صرف چھ دن میں یہ خندق کھودی گئی تھی، یہ خندق اتنی زیادہ لمبی اور چوڑی تھی کہ جب کافروں کا لشکر مدینہ منورہ کے پاس آیا تو وہ خندق دیکھ کر حیران رہ گئے، آپس میں کہنے لگے:

اِنَّها لَمَكِيْدَةٌ لَمْ يَكِدْها عَرَبٌ.

ترجمہ: یہ تو ایک نئی چال ہے، جواب تک عرب میں نہیں چلی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس خندق کو کھودنے میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے رہے تھے؛ چوں کہ خندق کی کھدائی ایک مشکل کام تھا؛ اس لیے وہ ساتھ ساتھ رجزیہ اشعار بھی پڑھتے جاتے تھے۔ وہ اشعار یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا	وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا	وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا	إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

(البخاری:۴۰۳۴)

ترجمہ: اے اللہ! اگر آپ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم کبھی سیدھا راستہ نہ پاتے۔ نہ صدقہ کر سکتے اور نہ نماز پڑھتے۔

اب تو یا اللہ! ہمارے دلوں کو سکون اور اطمینان عطا فرمایئے اور اگر (دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھیے۔

دشمنوں نے ہمارے اوپر زیادتی کی ہے۔ جب بھی وہ ہم کو فتنہ وفساد میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔

سلمان اہلِ بیت میں سے ہیں

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس (ایران) کے رہنے والے تھے، عربی النسل نہیں تھے، ان ہی کی رائے سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کھودنے کا فیصلہ لیا تھا، وہ بھی بڑی محنت اور لگن سے اِس کام میں مصروف تھے۔

اُس وقت ان کے بارے میں مہاجرین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ: سلمان ہم میں سے ہیں، دوسری طرف انصار کہنے لگے: نہیں! سلمان کا تعلق ہم سے ہے؛ چناں چہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: سلمان تو ہمارے خاندان اور گھرانے کے ایک فرد ہیں:

عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَّ الْخَنْدَقَ مِنْ أَحْمَرَ الْبَسْخَتَيْنِ طَرَفِ بَنِي حَارِثَةَ عَامَ حِزْبِ الْأَحْزَابِ، حَتَّى بَلَغَ الْمَذَابِحَ، فَقَطَعَ لِكُلِّ عَشَرَةٍ أَرْبَعِينَ ذِرَاعًا، فَاحْتَجَّ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ فِي سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَحِمَهُ اللهُ، وَكَانَ رَجُلًا قَوِيًّا، فَقَالَ الْمُهَاجِرُونَ: سَلْمَانُ مِنَّا، وَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: سَلْمَانُ مِنَّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ. (الطبرانی، رقم الحدیث: ۶۰۴۰)

ترجمہ: حضرت کثیر بن عبداللہ مُزنیؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ’’بنوحارثہ‘‘ سے ’’مذابح‘‘ تک خندق کھودنے کے لیے ایک خط کھینچا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس دس آدمیوں کے درمیان خندق کھودنے کے لیے ۴۰/ذراع زمین کا حصہ تقسیم کر دیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک طاقتور انسان

تھے؛ اس لیے مہاجرین وانصار ان کے بارے میں بحث کرنے لگے اور کہنے لگے کہ: سلمان ہمارے قبیلے سے ہیں۔ یہ سن کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: سلمان ہم (اہلِ بیت) میں سے ہیں۔

کافروں کی پسپائی ورسوائی

بہر حال! ناچار ہوکر کافروں کو اسی خندق کے پار رُک جانا پڑا تھا، وہ خندق کو عبور نہیں کر سکے، اِس غزوے میں مسلمانوں کو بہت زیادہ مشقّت کا سامنا کرنا پڑا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو پوری طرح آزمایا گیا، پوری طرح ہلا دیا گیا، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِذْ جَآءُوْكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْـحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: جب کہ وہ (سب لشکر) تمھارے اوپر کی طرف سے اور تمھارے نیچے کی طرف سے چڑھ کر آئے اور جب آنکھیں (دہشت کی وجہ سے) کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سوچنے لگے ﴿۱۰﴾ اس وقت ایمان والوں کی (بڑی) آزمائش ہوئی اور وہ زور سے (پورے پورے) ہلا دیے گئے۔

تقریباً بائیس دن تک یہ محاصرہ رہا، آخر کار حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بدھ کے دن اللہ تعالیٰ سے دعا کی، آپ ﷺ کی دعا قبول ہوئی؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز ہوا

بھیجی، جس کی وجہ سے ان کے خیمے اور دیگچیاں الٹ گئیں اور وہ تھک ہار کر بھاگ نکلے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا:

اَلآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا. (البخاری، رقم الحدیث: ۴۱۰۹)

اب ہم کافروں پر حملہ کریں گے، کافر ہم پر حملہ نہیں کرسکیں گے۔

کیمپ کی جگہ مسجد

''غزوۂ خندق'' کے موقع پر جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا کیمپ تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں ''مسجدِ ابوبکر رضی اللہ عنہ''، ''مسجدِ عمر رضی اللہ عنہ''، ''مسجدِ علی رضی اللہ عنہ''، ''مسجدِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ''، ''مسجدِ فتح'' کے نام سے یہاں مختلف مساجد بنائی تھیں۔ یہ مساجد سلع پہاڑ کے دامن میں واقع ہے؛ لیکن اِن مساجد کا موجودہ ڈھانچہ (Structer) ترکوں کا بنایا ہوا ہے، یہ تقریباً ۲۰۰ سال پرانا ہے۔ اِن کو مساجدِ خمسہ بھی کہا جاتا ہے۔

مسجدِ بنو حارثہ

''بنو حارثہ'' کے محلے میں ''مسجدِ مستراح'' کے نام سے ایک مسجد ہے، کہا جاتا ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ احد سے واپسی پر یہاں آرام فرمایا تھا؛ اسی وجہ سے اِس کا نام ''مسجدِ مستراح'' پڑ گیا، اس مسجد کا دوسرا نام ''مسجدِ بنو حارثہ'' بھی ہے۔

مسجدِ بنو حارثہ کی ایک خصوصیت

یہ وہی مسجد ہے جہاں ایک ہی نماز میں دو قبلے: بیت المقدس و خانۂ کعبہ کی طرف رخ کیا گیا تھا، قصہ یہ ہوا کہ اس مسجد کے اطراف میں رہنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب

مسجدِ اقصیٰ کی طرف رخ کر کے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے تو مسجدِ نبوی سے نماز پڑھ کر آنے والے ایک صحابی جن کا نام؛ ''عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تھا، اعلان کرنے لگے: سنو! ہمارا قبلہ بدل چکا ہے، چناں چہ اِس مسجد میں اُس وقت جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نماز ادا کر رہے تھے، اِس اعلان کو سن کر فوراً بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کی طرف گھوم گئے۔

گویا یہ وہ مسجد ہے جہاں ایک ہی نماز لوگوں نے دو قبلوں کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَنَزَلَتْ:﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾(البقرة:١٤٤). فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَقَدْ صَلَّوْا رَكْعَةً، فَنَادٰى: أَلَا! إِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ، فَمَالُوا كَمَا هُمْ نَحْوَ الْقِبْلَةِ.(المسلم:٥٢٧)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے، کچھ مدت بعد تحویلِ قبلہ کے متعلق آیتِ کریمہ نازل ہوئی ((اے ہمارے نبی!) پکی بات یہ ہے کہ ہم تمھارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، سو تم جس قبلے (یعنی کعبہ) کو پسند کرتے ہو اس کی طرف ہم ضرور تمھارے رخ کو پھیر دیں گے، سو (اب سے) تم اپنا رخ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو)، سو بنی سلمہ کا ایک آدمی گزرا اور وہ لوگ فجر کی نماز پڑھنے کے دوران رکوع میں تھے اور ایک رکعت ادا کر چکے تھے، اس نے آواز لگائی کہ: ہمارا قبلہ بدل چکا ہے سو وہ نماز ہی میں کعبۃ اللہ کی جانب گھوم گئے۔

اُحُد پہاڑ

مدینہ منورہ کی حدود میں شمالی جانب مسجدِ نبوی سے ۴ رکلومیٹر کے فاصلے پر''احد'' پہاڑ ہے، اس پہاڑ کو''اُحد''اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اکیلا ہے، دوسرے پہاڑوں سے متصل اور جُڑا ہوا نہیں ہے، اس کے ساتھ بہت ساری اسلامی یادگاریں وابستہ ہیں، اس سلسلے میں ایک روایت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا، وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ: اُثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ.(البخاری، رقم الحدیث:۳۶۷۵)

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم تھے، اس وقت اچانک احد پہاڑ ہلنے لگا؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے احد پہاڑ! رُک جا! اس لیے کہ اِس وقت تیری پیٹھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

جنت اور دوزخ کا پہاڑ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:''احد'' پہاڑ جنت کا پہاڑ ہے اور''عَیر'' پہاڑ دوزخ کا پہاڑ ہے، ابنِ ماجہ شریف کی روایت ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أُحُدًا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، وَهُوَ عَلَى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ، وَعَيْرٌ عَلَى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ النَّارِ.(ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث:۳۱۱۵)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں، وہ جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ ہے اور عیر پہاڑ دوزخ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ ہے۔

یہود کے متعلق ایک بدفالی

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے والوں نے جس اعتبار سے مدینہ منورہ کی حد بندی کی تھی اس لحاظ سے احد پہاڑ مدینہ منورہ کے اندر اور عیر پہاڑ مدینہ منورہ کے باہر پڑتا تھا، نیز احد پہاڑ لال رنگ کا اور عیر پہاڑ کالے رنگ کا ہے۔

اُس زمانے کے یہود عیر پہاڑ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں آباد تھے۔

ختمِ نبوت کی ایک واضح نشانی

یہاں یہ بات مشہور ہے کہ اس احد پہاڑ کی چوٹی پر اللہ تعالیٰ کے نبی: حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر مبارک ہے، جس جگہ ٹاور لگے ہوئے ہیں وہاں اوپر والے حصے میں ایک قبر بنی ہوئی ہے، کار وغیرہ کے ذریعے بھی اِس پہاڑ کے اُس حصے پر جایا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ کوئی مستند بات نہیں ہے۔

اسی لیے علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے علاوہ کسی کو کسی نبی کی قبر کے بارے میں بالکل حتمی طور پر معلوم نہیں ہے کہ یہ فلاں نبی ہی کی قبر ہے، یہ بھی ختمِ نبوت کی علامت اور نشانی ہے۔

میں نے ایک مرتبہ یہ بات کہی تو ایک صاحب نے کہا کہ: نہیں! مجھے ایک اور نبی کی قبر کے بارے میں سو فیصد معلوم ہے کہ وہ کہاں ہوگی! پھر انھوں نے کہا: وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے؛ اس لیے کہ ان کی قبر بھی اسی گنبدِ خضراء کے تحت ہوگی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں آرام فرمائیں گے۔

میں نے جواب دیا کہ: یہ پختگی اور یقین بھی تو ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل عطا ہوا۔

ہندوستان میں انبیاء علیہم السلام کی قبریں

ہمارے ملک ہندوستان کی یہ سعادت ہے کہ ہمارے ملک میں سب سے زیادہ نبیوں کی قبریں ہیں؛ چناں چہ ''حضرت مولانا سجاد نعمانی صاحب مدظلہ العالی'' کی تحقیق ہے، اس بارے میں انھوں نے ''حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ'' کا بھی حوالہ دیا ہے کہ ان کی بھی رائے یہ تھی کہ ہندوستان میں بہت سارے انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔

نیز ہمارے گجرات کے بھروچ ضلع کے متعلق بھی یہ بات مشہور ہے کہ اس علاقے میں بھی انبیاء علیہم السلام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے مزار موجود ہیں۔

اس بارے میں حضرت نانوتوی کا انکشاف

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ دریائے گنگا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ان کو خیال آیا کہ ہندو لوگ گنگا کو اتنا متبرک کیوں سمجھتے ہیں؟ وہ اس کی وجہ جاننے کے لیے اس ندی کے منبع (نکلنے کی جگہ) کی طرف چل پڑے۔

جس جگہ سے ''دریائے گنگا'' نکلتا ہے، جس کو ''گنگوتری'' کہا جاتا ہے۔

چناں چہ جب وہ وہاں پہنچے تو ان کو اُس جگہ کشف ہوا کہ جہاں سے دریائے گنگا نکلتا ہے، وہاں کسی نبی کی قبر ہے۔

بہرحال! ہم ابھی اُحد پہاڑ کے پاس ہیں، اس پہاڑ کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس کو گوگل میپ پر دیکھنے سے ایسا لگتا ہے گویا ''محمد'' لکھا ہوا ہے۔

احد پہاڑ کا غار

جب احد کی لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اس غار میں آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرہم پٹی کی تھی۔

اِس وقت حکومت کی طرف سے اس غار کو بند کر دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ: اس غار میں سے عجیب وغریب خوشبو آتی تھی، کراچی کے ایک ساتھی نے اِس بارے میں مجھے اپنے مشاہدے کا تذکرہ کرتے ہوئے بتلایا کہ: میں دس سال پہلے اس غار میں سے اپنے گھر مٹی لے گیا تھا؛ لیکن دس سال گزر جانے کے بعد بھی اُس مٹی میں سے خوشبو آرہی ہے۔

جبلِ رُماۃ

اُحد پہاڑ کے سامنے ۸۱۵ر میٹر کی دوری پر ایک پہاڑی ہے، جہاں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا؛ تاکہ دشمنانِ اسلام پیچھے سے پلٹ کر حملہ نہ کریں؛ اس لیے اس پہاڑ کو ''جبلِ رُماۃ'' کہا جاتا ہے، اس کا دوسرا نام ''جبلِ عَینین'' ہے۔

اسی پہاڑی کے دامن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر تھی، اس واقعے کے چالیس سال بعد مدینہ منورہ میں ایک زبردست سیلاب آیا تھا، جس کی وجہ سے اِس جگہ شہدائے اُحد کی قبریں کُھل گئی تھیں، اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام قبروں کو منتقل کروایا تھا۔

مسجدِ ظرب

اسی احد پہاڑی پر جہاں بڑے بڑے پتھر جمے ہوئے نظر آتے ہیں، اُس جگہ کونے میں ایک مسجد ہے، جسے ''مسجد الظرب'' کہا جاتا ہے، ''ظرب'' کا معنیٰ ''ٹیلہ'' ہوتا ہے؛ چوں کہ یہ مسجد ٹیلے پر واقع ہے؛ اس لیے اس کو''مسجدِ ظرب'' کہا جاتا ہے۔

چار تاریخی مساجد

یہاں تاریخی یادگاروں کو محفوظ رکھنے کے لیے مختلف ناموں سے مساجد تعمیر کی گئی تھیں:

جس جگہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوکر گرے تھے اس جگہ ''مسجد الْمَصْرَع'' تھی۔

جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جنازے کی نماز پڑھائی تھی، اس جگہ ''مسجد الْمَعَسْکَرْ'' تھی۔

جس جگہ آیتِ '' قرآنیہ:''یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجَالِسِ'' نازل ہوئی تھی، اس جگہ ''مسجد الْفَسْح'' بنائی گئی تھی۔

جس جگہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہو گئے تھے، اس جگہ ''مسجد الثَّنایا'' کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو دانت مبارک شہید کیا گیا تھا وہ اب بھی ترکی میں موجود ہے۔ ترکی میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اور بھی تبرکات موجود ہیں۔

الحمدللہ! بندے کو ان کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور ''دیکھی ہوئی دنیا'' جلد دوم میں اس کی کارگزاری بھی چھپ گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے نماز پر مسجد کا قیام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی خیر خیریت دریافت کرنے اور احوال معلوم کرنے کے لیے مختلف علاقوں، قبیلوں اور خاندانوں میں تشریف لے جاتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں بھی تشریف لے جاتے وہاں نماز ضرور پڑھا کرتے؛ چناں چہ اس طرح مدینہ منورہ میں تقریباً ترانوے (٩٣) جگہوں پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں پڑھیں؛ لہٰذا بعد میں بہ طورِ یادگار ایسی ہر جگہ پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنا دیں؛ تاکہ قیامت تک کے لیے وہ سب نشانیاں محفوظ ہو جائے؛ لیکن آج سے تقریباً سو سال پہلے سعودی حکومت نے سڑکیں، بلڈنگیں وغیرہ بنانے کے نام پر اکثر مسجدیں شہید کر دی، اب ان میں سے کچھ مسجدیں ہی باقی ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی کے باغ والی جگہ

اِس وقت ہم اُس جگہ جا رہے ہیں جہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ تھا، فی الحال وہ باغ باقی نہیں رہا ہے؛ البتہ اُس باغ کی نشانی باقی ہے۔ یہ جگہ مسجدِ قبا سے تقریباً تین (٣) یا چار (٤) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

مکاتبت کرلو

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے اور ان کے آزاد ہونے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے، تقریباً دس آقا کی غلامی کی زنجیر میں رہ کر حق کی تلاش میں فارس سے ''مدینہ'' پہنچے تھے، مدینہ آکر بھی وہ ایک یہودی کے غلام تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے ان کو بہت زیادہ ستاتا تھا، تنگ کیا کرتا تھا؛ اس لیے انھوں نے اس بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت کی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سلمان! اپنے آقا سے ''مکاتبت'' کرلو! (یعنی کچھ مال دے کر آزادی کا معاہدہ کرلو)

کہتے ہیں کہ: میں نے جاکر اپنے آقا سے بات کی تو وہ تیار ہوگیا؛ لیکن اس نے ''بدلِ کتابت'' میں یہ طے کیا کہ اس کے لیے تین سو (۳۰۰) کھجور کے درخت اگائے جاویں اور چالیس اوقیہ چاندی دی جاوے، نیز یہ کھجور کے درخت جب پھل دینے لگیں تب میں آزاد ہوں گا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے اعلان

میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اعلان کیا کہ: اپنے بھائی سلمان کی مدد کرو! لوگوں نے مجھے اپنی طاقت کے مطابق کھجور کے پودے دینا شروع کیے؛ یہاں تک کہ میرے پاس تین سو پودے جمع ہوگئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ: جاؤ! گڑھے کھودو! یہ پودے میں خود آکر لگاؤں گا۔

چناں چہ میں نے گڑھے کھودے، اس میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے میری خوب مدد کی، اس کام کے پورا ہونے کے بعد میں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ سب کچھ مکمل ہو گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے دستِ مبارک سے کھجور کے درخت لگانا

حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ اُس جگہ تشریف لائے، ہم اُن پودوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کرتے جاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو زمین میں لگاتے جاتے تھے، اِس طرح حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باغ میں کھجور کے تمام درخت اپنے دستِ مبارک سے لگائیں، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں سلمان کی جان ہے ان میں سے ایک درخت بھی نہیں سوکھا!

ایک درخت پر پھل نہیں آیا

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے صرف ایک ہی سال میں تمام درختوں پر پھل آ گئے تھے؛ ورنہ عام طور سے کھجور کے درخت پر چار یا پانچ سال میں کھجوریں لگا کرتی ہیں؛ لیکن ایک درخت پر جلدی کھجوریں نہیں آئی تھیں، جب اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق کروائی تو پتا چلا کہ وہ ایک درخت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا؛ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت کو زمین سے نکال کر دوبارہ لگایا، اُس کے بعد اُس پر بھی جلدی کھجوریں آ گئیں اور اِس طرح کھجور والی شرط پوری ہو گئی۔

چالیس اوقیہ چاندی کی ادائیگی کا بھی انتظام ہو گیا

اب میرے ذمے بدلِ کتابت ادا کرنے کے واسطے چالیس اوقیہ چاندی باقی تھی،

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کسی غزوے سے ایک انڈے کے بقدر سونا لایا گیا، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ: مکاتبت کرنے والا سلمان فارسی کیا کر رہا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے بلایا اور وہ سونا عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ: اِس سے اپنا بدلِ کتابت ادا کر دو!

ایک اور معجزہ

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ پر جتنا بڑا قرضہ ہے اِس معمولی ڈَلے سے اُس پر کیا اثر ہوگا؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو لے لو! عنقریب اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمھارا قرضہ ادا کر دیں گے۔ اُس رب کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے! میں نے اس ٹکڑے سے اپنا سارا قرضہ ادا کر دیا اور میں آزاد ہو گیا۔

چناں چہ پھر میں غزوۂ خندق میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شریک ہوا، اس کے بعد کوئی غزوہ مجھ سے فوت نہ ہوا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۰۵۰۵)

عزیزو! سونے کے اتنے چھوٹے ٹکڑے سے چالیس اوقیہ ادا ہو جانا انسانی سمجھ سے باہر ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک معجزہ تھا، جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے ظاہر ہوا تھا۔

مسجدِ فقیر اور بئرِ فقیر

جس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ کے لیے اس باغ میں درخت لگائے تھے، اِس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہاں نماز بھی ادا کی تھی، اس

کی یادگار کے واسطے وہاں ''مسجدِ فقیر'' کے نام سے ایک مسجد کی تعمیر کی گئی تھی۔

یہ مسجد ''قربان'' اور ''عوالی'' کے درمیان داہنی جانب ہے اور مسجدِ قبا سے تقریباً دو (۲) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

اس باغ کے پاس ایک کنواں ہے، ابھی اس کی تعمیر کا کام چل رہا ہے، اس کا نام بھی ''بئرِ فقیر'' ہی ہے۔

یہ اردو والا فقیر نہیں ہے! دراصل درخت اُگانے کے واسطے جو گڑھا کھودا جاتا ہے، اسے مقامی زبان میں ''فقیر'' کہا جاتا ہے، اس وجہ سے اس مسجد اور کنویں کا نام ''فقیر'' رکھا گیا تھا۔

جنّت کی وادی: وادیٔ بطحان

اب ہم وادیٔ بطحان کی طرف جارہے ہیں، یہ بھی مبارک وادی ہے۔ یہ وادی قبا کے مشرقی علاقے سے گذر کر مدینہ منورہ کے وسط میں ''مسجدِ غمامہ'' کے قریب تک پہنچتی ہے، وہاں سے ''جبلِ سلع'' کے قریب ''مسجدِ فتح'' کے سامنے سے گذرتی ہوئی غابہ (خلیل) میں پہنچ کر ختم ہوجاتی ہے۔

وادیٔ بطحان جنت کی وادی ہے، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ بُطْحَانَ عَلٰى بِرْكَةٍ مِنْ بِرَكِ الْجَنَّةِ. (مسند البزار، ج:۱۸، ص:۱۳۵)

یعنی بطحان جنت کے تالابوں میں سے ایک تالاب ہے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں کے کنویں ''بئرِ غرس'' کے پاس تشریف لے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنویں کا پانی نکال کر پیا اور باقی پانی کنویں میں ڈالا دیا، نیز شہد بھی پیا تھا اور باقی شہد کنویں میں ڈال دیا تھا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اِذَا أَنا مُتُّ فَاغْسِلُوْانِیْ مِنْ بِئْرِیْ بِئْرُ غَرَسٍ بِسَبْعِ قُرَبٍ. (سنن ابن ماجہ:۱۴۶۸)

ترجمہ: جب میرا انتقال ہوجائے تو سات مشکیزیں پانی کے ذریعے مجھے میرے کنویں: بئرِ غرس سے غسل دینا۔

بہرحال! یہ جنت کی وادی ہے، یہاں جنت کا کنواں ہے۔

جنت مدینہ منورہ میں موجود ہے

مدینہ منورہ میں بہت سارے مقامات جنت کے ہیں، جیسے: جنت کی وادی، جنت کا کنواں، جنت کا پہاڑ، جنت کا ٹکڑا؛ اس لیے ایسا کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ جنت مدینہ منورہ میں موجود ہے؛ اس لیے ایک شاعر کہتا ہے:

ہم نے مانا کہ جنت بہت ہے حسیں	پر چھوڑ کر ہم مدینہ نہ جائیں کہیں
کیوں کہ جنت میں سب ہے؛ مدینہ نہیں	اور جنت مدینہ میں موجود ہے

اس لیے تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

مستشفی الظہری
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سسرال

ہم نے ایک ہسپتال کی زیارت کی جس کا نام ''مستشفی الظہری'' ہے، یہ مسجدِ قبا سے تقریباً چار (۴) کلومیٹر دور ''طریق علی بن ابی طالب'' کے کنارے واقع ہے۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سسرال آباد تھا؛ اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی عوالیٔ مدینہ (مدینہ کے اطراف) میں رہتی تھی، جن کا نام ’’حبیبہ بنتِ خارجہ رضی اللہ عنہا‘‘ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان ہی سے ملنے گئے تھے۔

رفیق کی جدائی پر اظہارِ غم

دراصل اُس دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت اچھی معلوم ہو رہی تھی؛ اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سوچ کر کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت اچھی ہے، میں اپنے گھر والوں سے ملاقات کر کے آ جاؤں؛ لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ وہ اپنے رفیق سے ہمیشہ کے لیے دور ہونے جا رہے تھے۔

چناں چہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کی اطلاع ہوئی تو آپ فوراً گھر سے نکل کر سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے میں تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! میرے ماں-باپ آپ پر قربان! آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور انتقال کے بعد بھی پاکیزہ ہیں، اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو دو موتوں کا مزہ نہیں چکھائیں گے۔

فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ، قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللهُ المَوْتَتَيْنِ أَبَدًا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۶۶۸)

کعب بن اشرف کے قلعے والی جگہ

پھر ہم کعب بن اشرف کے قلعے کے پاس پہنچے، یہ قلعہ مدینہ منورہ کے جنوب مشرق میں ''بطحان ڈیم'' کے راستے میں دائیں طرف واقع ہے۔

کعب بن اشرف مدینہ منورہ میں آباد ایک یہودی تھا، یہ بہت ہی دولت مند سردار انسان تھا، یہودی علما اور یہود کے مذہبی پیشواؤں کو اپنے خزانے سے تنخواہ دیتا تھا، ساتھ ساتھ ایک باکمال شاعر بھی تھا، جس کی وجہ سے اس کا ایک خاص اثر اور رسوخ تھا۔

اس کے قلعے میں کل چالیس کمرے تھے اور کئی سارے سپاہی و دربان ہر وقت پہرہ دیتے تھے، اب تو بس اس کے قلعے کی صرف ایک ہی دیوار باقی رہ گئی ہے، اِسی کعب بن اشرف نے مکہ مکرمہ جا کر غزوۂ احد کے لیے ابھارا تھا؛ لیکن وہ منحوس اِس سے پہلے ہی محمد بن مسلمہ اور ان کے رفقا کے ہاتھوں جہنم رسید ہو گیا تھا۔

وادئ عقیق

اب ہم وادئ عقیق کی طرف جا رہے ہیں، یہ وادی طائف سے شروع ہو کر مدینہ منورہ سے گذرتی ہے، یہ بڑی مبارک وادی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی جگہ سے حج کا احرام باندھا تھا:

عن عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي العَقِيقِ يَقُولُ: أَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الوَادِي المُبَارَكِ، وَقُلْ: عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ. (البخاری، رقم الحدیث: ۱۵۳۴)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد

فرماتے ہوئے سنا: میرے پاس رات کو میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور کہا کہ: آپ وادیٔ عقیق میں نماز پڑھیے، اور کہیے: میں عمرے کے ساتھ حج کی نیت کرتا ہوں۔

اِسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے لیے تشریف لے جارہے تھے تو اُس وقت بھی حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو وادیٔ عقیق میں لے کر گئے تھے۔

معراج کی رات چار مقامات پر قیام

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''معراج'' کے لیے لے جایا گیا تو اُس رات حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو لے کر وادیٔ عقیق میں گئے تھے، اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کے علاقے ''مدین'' میں لے گئے تھے، وہاں سے کوہِ طور پر اور پھر ''بیت اللحم'' میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی وہاں لے گئے اور ہر جگہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو رکعت نفل نماز ادا کرنے کے لیے فرمایا تھا۔

علامہ عثمانیؒ کی دلیل

جب موجودہ سعودی حکومت بہت سالوں پہلے نئی نئی بنی تھی تو شروع شروع میں ان کی طرف سے مقاماتِ مقدسہ کے متعلق بہت سختیاں تھیں؛ چناں چہ ان کا گنبدِ خضراء بھی توڑنے کا ارادہ تھا، اُس وقت شیخ الاسلام علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے اور اس بارے میں ان سے بحث ومباحثہ بھی کیا تھا۔

اُس وقت انھوں نے یہ دلیل دی تھی کہ دیکھیے! معراج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا گیا تھا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدا ہونے کی جگہ پر نماز پڑھیے تو کیا کوئی

امتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہ پر نماز نہیں پڑھ سکتا؟

نیز اُنھوں نے اس موقع پر یہ بات بھی ارشاد فرمائی تھی کہ: کسی جگہ سے برکت حاصل کرنا غلط کام نہیں ہے۔

اِس وادی میں حضرت عروہؒ کا محل تعمیر کرنا

اسی برکت والی بات کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عروہ بن زبیرؒ نے اِس وادیٔ عقیق میں ایک بڑا اور عالی شان محل تعمیر کروایا تھا، وہ محل آج بھی موجود ہے۔

اسی طرح اِس جگہ جو بھی حضرات آتے تھے تو حضرت عروہؒ ان کو اپنی اس عمارت میں ٹھہراتے تھے، اچھی طرح ان کی مہمان نوازی کرتے تھے، پھر مدینہ منورہ کا ادب سکھلا کر ان کو آگے روانہ کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ کا تعارف

حضرت عروہ بن زبیرؒ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہوتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کل ۲۲۱۰ / حدیثیں روایت کی گئی ہیں، ان کی اکثر حدیثیں حضرت عروہ بن زبیرؒ کے واسطے سے ہی امت کو پہنچی ہیں۔

یہ اپنی خالہ کے پاس جا کر حدیثیں سنتے تھے اور لوگوں کو بتایا کرتے تھے، ان کے والد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بنو امیہ سے سخت دشمنی تھی؛ لیکن حضرت عروہؒ کا بنو امیہ سے بہت اچھا تعلق تھا۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ کا محل اور کنواں

ہمیں حضرت عروہؒ کے محل کو دیکھنے کی سعادت ملی، واقعی بہت شاندار طریقے سے

اِس کی تعمیر کی گئی تھی، عمارت کے احاطے کے باہر ایک اور کنواں ہے، کہا جاتا ہے کہ: یہ بھی ان ہی کا کنواں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ: اِس کنویں کا پانی بہت میٹھا تھا، پورے مدینہ منورہ میں اِس کنویں جیسا میٹھا پانی نہیں تھا۔

یہ پاؤں آج تک کسی گناہ کی طرف نہیں چلا

حضرت عروہ بن زبیرؒ کے بارے میں ہے کہ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے شوگر کی بیماری اِن کو ہوئی تھی، اِن سے ڈاکٹروں نے کہا کہ: آپ کا پیر کاٹنا پڑے گا، انھوں نے کہا: ٹھیک ہے، ڈاکٹروں نے کہا کہ: آپ شراب پی لیں؛ تاکہ آپ کو نشہ ہوجائے اور تکلیف کا احساس نہ ہو، حضرت عروہؒ نے جواب دیا کہ: میں ہرگز شراب نہیں پیوں گا، ہاں! جب میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں گا، تب میرا پیر کاٹ لینا۔

چناں چہ ڈاکٹروں نے ان کا پیر کاٹ لیا، وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے اور ان کو پتا بھی نہیں چلا، اس کے بعد فرمانے لگے: اللہ کی قسم! یہ پاؤں آج تک کسی گناہ کی طرف نہیں چلا۔ (فی الامراض والکفارات لابن ابی الدنیا، ص:۱۳۵، ط: دار الصحابۃ، وفیات الاعیان لابن خلکان، ج ۱/۲۱۶)

سب سے بہترین دعا

ایک مرتبہ حضرت عروہ بن زبیرؒ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اور مصعب بن زبیرؒ تینوں بھائی اور مروان بن حکم یہ چاروں کعبۃ اللہ کے مطاف میں بیٹھے ہوئے تھے؛ چناں چہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دعا کی کہ: اے اللہ مجھ کو حجاز کا خلیفہ بنا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

پھر مصعب بن زبیرؒ نے دعا کی کہ: اے اللہ! میری شادی حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا بھی قبول فرمائی۔ ان کے بعد مروان بن حکم نے دعا کی: اے اللہ! مجھے بادشاہ بنا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا بھی قبول فرمائی اور خلفائے بنوامیہ کا جدِ اعلیٰ بنا دیا۔

لیکن حضرت عروہ بن زبیرؒ نے کوئی دعا نہیں کی، ان تین حضرات نے ان سے پوچھا کہ: آپ نے کیوں کوئی دعا نہیں کی؟ تو انھوں نے جواب میں کہا:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْ دُنْيَاكُمْ وَإِنَّمَا أَدْعُوْ أَنْ أَكُوْنَ عَالِماً فَقِيهاً مُحَدِّثاً مُفَسِّراً.

اللہ تعالیٰ تم کو تمھاری دنیا میں برکت عطا فرمائے، میں تو یہ دعا مانگتا ہوں کہ: میں عالم بنوں، فقیہ بنوں، محدث بنوں، مفسر بنوں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم بنے؛ یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے ''فقہائے سبعہ'' میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان، ج ۱/۳۱)

عجیب وغریب شکر

حضرت عروہ بن زبیرؒ کے چار بیٹے تھے، جب ایک بیٹے کا انتقال ہوگیا تو ظاہر سی بات ہے کہ ایک نیک طبیعت اور اللہ والا انسان اُس وقت صبر سے کام لیتا ہے؛ لیکن یہ الگ ہی انسان تھے، وہ اِس موقع پر بھی یہ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے کہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے چار بیٹے عطا فرمائے تھے اور ایک کو اپنے پاس بلا لیا۔

جبلِ اَنُعُم کے پاس

ہم ابھی ''جبلِ انعم'' کے پاس ہیں، یہ پہاڑ وادیٔ عقیق میں ہے، اسی پہاڑی کے دامن کے پاس حضرت ماعِز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تھا، جب ان کو رجم کیا جارہا تھا تو وہ یہاں سے وادیٔ مُکَیمِن بھاگے تھے، پھر وہاں جا کر بھی لوگوں نے ان کو پتھر مار کر شہید کر دیا، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا:

فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ. (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۴۴۱۹)

ترجمہ: جب وہ بھاگ رہے تھے تو تم نے چھوڑ کیوں نہیں دیا؟

دوسرے طریق سے ایک روایت ہے، اس کے آخر میں ہے:

اِنَّهُ الآن لَفِيْ أَنْهارِ الْجَنّةِ يَنْقَمِسُ فِيْها. (ابوداؤد، رقم الحدیث:۴۴۲۸)

ترجمہ: وہ ابھی جنت کی لہروں میں غوطے لگا رہے ہیں۔

بدر اور مکہ مکرمہ کا پرانا راستہ

اسی پہاڑی کے دامن میں سے ایک پُرانا راستہ نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف جاتا ہے، تقریباً ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۵ء تک لوگ اسی راستے سے مکہ مکرمہ آتے جاتے تھے، یہ سنگل روڈ ہے، آنے جانے کا ایک ہی راستہ ہے، اسی راستے پر بدر ہے، نیز دیگر تاریخی مقامات بھی اسی راستے پر پڑتے ہیں۔

حدیث میں عقیق کے بازار کا ذکر

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: یہ وادی یہاں سے شروع ہو کر طائف تک جاتی ہے؛ یعنی تقریباً ۵۰۰ رکلومیٹر لمبی ہے، کہا جاتا ہے کہ: جب طائف میں بارش ہوتی ہے

تو وہاں کا پانی وادئ عقیق میں جمع ہوتا ہے۔

اسی وادی میں زمانۂ جاہلیت میں حج کے دنوں میں جانوروں کا بازار لگا کرتا تھا۔

قرآنِ کریم سیکھنے کی فضیلت

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کوئی آدمی صبح صبح وادئ عقیق میں جا کر مفت میں ایک- دو اونٹنی لے آئے اس سے بہتر یہ ہے کہ کوئی آدمی قرآنِ کریم کی ایک یا دو آیت سیکھ لے۔ (مسلم شریف: ۸۰۳)

ظاہر سی بات ہے کہ وہ اونٹنی دس سال، پندرہ سال؛ بلکہ زیادہ سے زیادہ بیس سال تک زندہ رہیں گی اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرے گا؛ لیکن قرآنِ کریم کی آیت کے سیکھنے کا ثواب ہمیشہ باقی رہے گا۔

وادئ مُکَیمِن

وادئ مکیمن وہی وادی ہے جہاں عرنیین کے ہاتھ- پیر کاٹ کر ڈال دیا گیا تھا؛ اِس لیے کہ اُنھوں نے پہلے بہ ظاہر اسلام قبول کر لیا تھا، پھر اُن کو مدینہ منورہ کی فضا موافق نہ آنے کی وجہ سے کچھ بیماری لاحق ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے ان کے پیٹ پھول گئے تھے؛ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ: تم کچھ دن چراگاہ میں رہ کر صدقے کی اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیو!

لیکن ان شریر لوگوں نے مالِ غنیمت کے اونٹ چُرا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے: حضرت ذر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، جس کی وجہ سے ان کو ایسی سخت سزا دی گئی۔ (بخاری: ۱۵۰۱)

یہ وادی مسجدِ نبوی کے مغربی جانب تقریباً سات کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

چیزوں کا نام رکھنے میں عربوں کا مزاج

مکہ مکرمہ کی جانب آگے چلتے ہوئے راستے میں کئی پہاڑ ہیں، ان سب کے الگ الگ نام ہیں، کسی کا نام ''جبلِ ام خالد'' ہے، کسی کا ''جبل تبارع''، کسی کا ''جبل العاقر'' ہے۔

عرب لوگوں کا یہ مزاج ہے کہ وہ جانوروں کے نام، پرندوں کے نام، پہاڑوں کے نام، غرض ہر چیز کا نام رکھا کرتے ہیں۔

تیرہ سو سال پرانی پتھر پر لکھی تحریر

اب ہم اس پہاڑ پر جا رہے ہیں جہاں عبیدہ بن اشعث نے لکھا تھا:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدَۃَ بْنِ اَشْعَثَ ذَنْبُہُ الْعَظِیْمُ.

اے اللہ! عبیدہ بن اشعث کو معاف کر دیجیے؛ اس لیے کہ اس کا گناہ بہت بڑا ہے۔

یہ تابعی تھے، انھوں نے کس اخلاص سے پتھر پر یہ جملہ لکھا ہوگا کہ آج بھی یہ تحریر حاجی پڑھتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

اس پہاڑ سے ''مسجدِ بئرِ علی''، ''مسجدِ ذوالحلیفہ'' بھی نظر آتی ہے، یہ بھی سب وادئ عقیق میں شمار ہوتا ہے۔

یہاں گھر بسانے کی تمنا

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: یہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم یہاں گھر نہ بسالیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اب تو یہاں لوگ آباد ہو گئے ہیں، اگر ہم یہاں بسنے کا ارادہ ظاہر کریں گے تو لوگ یہ علاقہ ہمارے لیے خالی کر دیں گے جو مناسب نہیں ہے۔

دیکھیے! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام لوگوں کا کتنا خیال فرماتے تھے، ہر مقتدا اور لیڈر کے لیے اس میں درسِ عبرت ہے۔

شیخ یوسف العطیر کا تعارف

یہاں ایک شیخ یوسف العطیر نامی بزرگ شخصیت ہے، یہیں ان کا مکان ہے، بڑے اللہ والے آدمی ہیں، ہر ہفتے لوگوں کو یہاں سے ''بس'' کے ذریعے مکہ مکرمہ لے جا کر عمرہ کرواتے ہیں، ''صفا ٹاور'' ان ہی کا ہے۔

مدینہ منورہ کے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی اپنی گاڑی کا ہارن نہیں بجاتے ہیں، عصر سے عشا تک کا وقت مسجد میں ہی رہ کر گزارتے ہیں۔

حی السقیا

''حی السقیا'' وہ جگہ ہے جہاں ۶ ھ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دونوں عظیم الشان سپہ سالاروں کی ملاقات ہوئی تھی؛ جب یہ دونوں اسلام قبول کرنے کے واسطے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حبشہ سے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے آ رہے تھے۔

وادئ جن

ہم اِس وقت ''وادئ بیضاء'' میں موجود ہیں جو ''وادئ جن'' سے مشہور ہے، یہ وادی

مدینہ منورہ سے شمالی جانب واقع ہے، تقریباً مدینہ منورہ سے چالیس (۴۰) یا پینتالیس (۴۵) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، یہاں کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہاں گاڑی خود بخود چلنے لگتی ہے! آیا زمین کی کشش کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے؟ آس پاس کے پہاڑوں کی کشش ہے؟ یا دوسری کوئی وجہ ہے؟ واللہ اعلم! اس کی کیا حقیت ہے؟

ہاں! اتنی بات ہے کہ یہ کسی جن وغیرہ کا معاملہ نہیں ہے، اِس جگہ کے بارے میں لوگوں نے خواہ مخواہ شور و ہنگامہ مچا رکھا ہے، اجس کی وجہ سے یہ جگہ کافی مشہور ہوگئی ہے۔

ثنیۃ الوداع اور گھوڑ دوڑ

اس کے بعد ہم نے ''ثنیۃ الوداع'' نامی جگہ کی زیارت کی جو مدینہ منورہ کے شمالی جانب واقع ہے، جہاں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کے درمیان دوڑنے کا مقابلہ کروایا تھا؛ چناں چہ حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضمر گھوڑوں کے درمیان ''حَفْیاء'' سے ''ثنیّۃ الوداع'' تک مقابلہ کروایا اور غیر مضمر گھوڑوں کے درمیان ''ثنیّۃ الوداع'' سے لے کر ''مسجدِ بنی زُریق'' تک مقابلہ کروایا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الخَيْلِ الَّتِي أُضْمِرَتْ مِنَ الحَفْيَاءِ وَأَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الوَدَاعِ، وَسَابَقَ بَيْنَ الخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ. (البخاری، رقم الحدث:۴۲۰)

مضمر کی وضاحت

مضمر ''تضمیر'' سے ہے، دراصل گھوڑوں کے بدن کو چھریرا بنانے کے عمل کو ''تضمیر'' کہا جاتا ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل گھوڑے کو خوب کھلا پلا کر موٹا اور تندرست کیا جاتا ہے، آہستہ آہستہ اس کی خوراک کم کردی جاتی ہے؛ یہاں تک کہ وہ واپس اپنی اصلی خوراک پر آجاتا ہے، اس کے بعد اس کو ایک مکان میں بند کر کے اس پر گرم چادریں ڈال دی جاتی ہیں؛ تاکہ اسے خوب گرمی اور پسینہ ہو؛ چناں چہ جب سارا پسینہ نکل کر خشک ہو جاتا ہے تو وہ طاقتور اور تیز رفتار ہو جاتا ہے۔

حرہ کا علاقہ

''حرہ'' پتھریلی زمین کو کہتے ہیں؛ چوں کہ مدینہ منورہ کا ایک حصہ پتھریلے اور آتش فشاں پتھروں سے ڈھکا ہوا ہے؛ اس لیے اس علاقے کو''حرہ'' کہا جاتا ہے۔ پھر مدینہ منورہ میں دو حرہ ہیں: ایک حرۂ شرقیہ جو مسجدِ نبوی سے مشرق کی جانب ہے اور ایک حرۂ غربیہ جو مسجدِ نبوی سے مغرب کی طرف ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو حرہ کے درمیان مدینہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ تَرْتَعُ بِالْمَدِينَةِ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ. (البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۷۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی ہرن کو مدینے کی سرزمین پر چرتا ہوا دیکھتا تھا تو اس کا شکار نہیں کرتا تھا؛ اس لیے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دونوں پتھریلی زمین کے درمیان حرمِ مدینہ ہے۔

اس لیے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: حرمِ مکہ کی طرح حرمِ مدینہ میں درخت،

گھاس وغیرہ نہیں اُکھاڑ سکتے ہیں، نیز کسی جانور اور پرندے کا شکار بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

بہر حال! مدینہ منورہ کی دو جانب حرہ کا علاقہ ہے، نیز شمال کی جانب ''جبلِ ثور'' اور جنوب کی جانب ''جبلِ عیر'' ہے، اس طرح مدینہ منورہ کی چار سرحدیں ہو جائیں گی۔

مدینہ منورہ کا ریلوے اسٹیشن

آج سے تقریباً سو سال پہلے پورے عرب میں ترکوں کی حکومت تھی، اس دوران انھوں نے ترکی سے مدینہ منورہ تک ۱۳۲۰ رکلومیٹر لمبی ریلوے لائن بچھائی تھی، اُس زمانے میں استنبول سے مدینہ منورہ تک پہنچنے میں ۵ ردن لگتے تھے، یہ ریلوے لائن ۱۹۰۸ء سے شروع ہو کر ۱۹۱۹ء؛ یعنی گیارہ سال تک چلی تھی، پھر پہلی جنگِ عظیم کے وقت انگریز جدہ تک آ گئے؛ چناں چہ انھوں نے یہاں آ کر عربوں کو ترکوں سے اور ترکوں کو عربوں سے لڑایا، جس کے نتیجے میں یہ ریلوے لائن ختم ہو گئی۔

ترکوں کا ادب

اس سلسلے میں ترکوں نے مدینہ منورہ کے ادب کے لحاظ کا جو نسخہ آزمایا تھا وہ قابلِ تعریف ہے؛ چناں چہ انھوں نے مدینہ منورہ کے پورے علاقے میں ریل کی پٹریوں پر روئی بچھا دی تھی؛ تا کہ شور وغل نہ ہو اور اس مبارک شہر کی بے حرمتی نہ ہو۔

مسجدِ سقیا

اس ریلوے اسٹیشن میں ''مسجدِ سقیا'' نامی ایک مسجد ہے، یہ مسجد ریلوے اسٹیشن کی چار دیواری میں واقع ہے، عربی میں پانی پینے کو ''سقیا'' کہتے ہیں؛ چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ یہاں تشریف لائے تھے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں ''بئرِ سقیا''

نامی کنویں سے پانی پیا تھا اور وضو بھی فرمایا تھا۔ اس کنویں کا تقریبی محلِ وقوع مسجدِ سقیا کی جنوبی طرف ریلوے اسٹیشن کی چار دیواری سے باہر ہے۔

کنویں کی بہترین مرمت اور پانی کا نظام

اِس وقت ماشاء اللہ! سعودی حکومت نے اس کنویں کو بہت شاندار طریقے پر آباد کیا ہے، پانی کے لیے کولر بھی لگا دیے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ اس کنویں کا پانی کولر (Cooler) سے پیتے ہیں اور چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنویں کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے؛ اس لیے لوگ یہاں سے پلاسٹک کے بوتل اور پلاسٹک کے ڈرم میں پانی بھر بھر کرلے بھی جاتے ہیں۔

ہمیں بھی اس کنویں کا پانی بڑا شیریں اور عمدہ معلوم ہوا اور ہم نے بھی گھر والوں کے لیے چھوٹی بوتل بھر کر ساتھ لے لی۔

حضرت سعد ابنِ ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زمین

یہ ترکوں کا بنایا ہوا ریلوے اسٹیشن صحابیٔ رسول حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زمین میں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے میں ماموں ہوتے تھے اور ''عشرۂ مبشرہ'' میں سے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ اُحد کے دن ان سے فرمایا تھا:

اے سعد! تم تیر چلاؤ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو! راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی ایسا جملہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سنا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۰۹)

بئرِ ابی عِنَبہ

اسی ریلوے اسٹیشن میں ''بئر ابی عنبہ'' نامی ایک کنواں ہے، حدیث شریف میں اس کا بھی ذکر آیا ہے؛ چناں چہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنویں پر پہنچے کے بعد حضرت قیس بن صَعْصَعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ: لشکر کی تعداد شمار کرو!

انھوں نے جب شمار کیا تو ۳۱۳/افراد تھے، ان کا جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہماری بھی تعداد وہی ہے جو اصحابِ طالوت کی تھی جس طرح وہ طالوت (بنی اسرائیل کا بادشاہ) کامیاب ہوا، ہم بھی کامیاب ہوں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے بدر کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

دنیا کی سب سے بڑی پارکنگ

حرمِ مدینہ کی پارکنگ کو دنیا کی سب سے بڑی پارکنگ کہا جاتا ہے، یہ دو منزلہ عمارت میں بنی ہوئی ہے،، اس کا مکمّل نقشہ ایک نو مسلم فرانسیسی آدمی نے تیار کیا تھا اور اس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا تھا۔

نیز یہ پارکنگ پوری زیرِ زمین (انڈر گراؤنڈ) ہے، تقریباً ایک ساتھ آٹھ ہزار گاڑیاں اس جگہ پارک ہوسکتی ہیں! نیز اس میں وضو خانہ اور دیگر سہولیّات بھی ہیں۔

بنانے والے کے اخلاص کی بات ہے کہ ایک لمبی مدت سے اب تک یہ پارکنگ فعّال اور جاری وساری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار حرمین شریفین کی حاضری اور اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کی توفیق وسعادت عطا فرمائے، آمین!

شہرِ طیبہ (از مرتب)

کہاں شہرِ طیبہ	۱	کہاں یہ گنبدِ خضریٰ
کہاں یہ گنبدِ خضریٰ	۲	کہاں ظلوم جہول
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں روضۂ اقدس	۴	کہاں عاصیٔ و خاطی
کہاں ریاض الجنۃ	۵	کہاں حقیروضعیف بندہ
کہاں محراب و منبر	۶	کہاں ندامت کے آنسو
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۷	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں مقامِ اصحاب	۸	کہاں دلِ بے قرار
کہاں بابِ جبرئیل	۹	کہاں مقرالذنوب والخطایا
کہاں یہ گنہگار آنکھیں	۱۰	کہاں دیدارِ طیبہ
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۱	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جالی مبارک	۱۲	کہاں مواجہۂ منور
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جبلِ احد	۱۴	کہاں جنت البقیع
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۵	صلی اللہ علی سیدنا محمد
یا رب صل وسلم دائما ابدا	۱۶	علی حبیبک خیر الخلق کلھم

قطر کی کارگزاری

قطر میں زیارت کے مقامات

(۱)میوزیم آف اسلامک آرٹ(Museum of Islamic Art)

(۲)نیشنل میوزیم آف قطر(National Museum of Qarar)

(۳)المدینۃ التعلیمیۃ(Education city)

(۴)حدیقۃ القرآن

(۵)فنار سینٹر

(۶)قطر نیشنل لائبریری

(۷)مسجد جواثا جو سعودیہ کی حدود میں ہے۔

(۸)مسجد اشج عبد القیس (وفد عبد القیس کا مقام)

(۹)''الاحساء''شہر

(۱۰)جبل القارہ

۱۹/رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق ۳۰/مارچ ۲۰۲۴ء بہ روز سنیچر
سفر کا آغاز

۱۹/رمضان المبارک سنیچر کے روز سحری کے بعد بہ ذریعہ ٹرین بارڈولی سے ممبئی کی طرف روانہ ہوئے، ممبئی ریلوے اسٹیشن پر عزیزِ مکرم مولانا بلال صاحب نے ہمارا استقبال کیا، جوگیشوری ''مومن نگر'' مسجد میں ضروریات سے فارغ ہوئے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد وہاں سے ممبئی ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔

ممبئی ایئرپورٹ پہنچ کر ایئرپورٹ کی تمام کارروائیاں مکمل کیں، ایئر انڈیا کی پرواز تھی، جہاز میں بیٹھنے کے بعد کافی تاخیر سے جہاز چلا، اگرچہ ہمارے ملک بھارت میں آدھا گھنٹہ، پون گھنٹہ، گھنٹہ کی تاخیر تاخیر نہیں سمجھی جاتی، اس کو ہم شیڈول پر ہی سمجھتے ہیں؛ لیکن یہ مناسب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مغرب سے پہلے بہ عافیت قطر پہنچ گئے۔

ایئرپورٹ کے باہر مولوی زکی نواپور والے اور ان کے بہنوئی جناب بلال سیدات -جن کے یہاں میرا قیام رہا- اور مولوی علقمہ، فاضلِ جامعہ ڈابھیل پہلے ہی سے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔

یہاں رمضان کی اکیسویں (۲۱) شب تھی، عزیزِ مکرم مولوی زکی صاحب اپنے چند رفقا کے ساتھ ڈاکٹر عبداللہ اسحاق جی کے یہاں تراویح پڑھاتے تھے، وہاں ختمِ قرآن کی نسبت سے حاضری کی سعادت میسر ہوئی، دراصل بیسویں (۲۰) شب کو ہی ختمِ قرآن ہونا تھا؛ مگر مولوی زکی صاحب اور ان کے رفقا نے بندے کی آمد کی وجہ سے

ایک روز مؤخر کر دیا؛ تاکہ اس عاجز کو بھی ختمِ قرآن کی مبارک مجلس میں شرکت کا شرف حاصل ہو۔

مولوی علقمہ سلمہ کا تعارف

نام: علقمہ۔ اصل وطن: کیسر پورا، سانبر کانٹھا، گجرات، انڈیا۔

''جامعۃ العلم والہدیٰ'' بلیک برن، یو۔ کے میں عربی چہارم تک تعلیم حاصل کی، عربی پنجم کی تعلیم ''جامعہ امین القرآن'' پانپور، سانبر کانٹھا، گجرات، انڈیا میں حاصل کی اور عربی ششم اور عربی ہفتم (دورۂ حدیث) کی تعلیم ''جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل''، گجرات، انڈیا میں حاصل کی۔

جامعہ ڈابھیل میں بندے سے جلالین اول اور مؤطا امام مالک پڑھی۔

جامعہ ڈابھیل سے دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد کچھ وقت انڈیا میں تدریسی مشغلہ رہا، پھر ۲۰۱۸ء کے اواخیر میں دوحہ قطر تشریف لے گئے اور علاقے کی ایک مسجد میں بہ طورِ امام وخطیب خدمت انجام دے رہے ہیں، نیز ''مراکزِ تحفیظ'' کی ماتحتی میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولوی زکی سلمہ کا تعارف

نام: زکی۔ اصل وطن: نواپور (مہاراشٹر)۔

''جامعہ دار الاحسان'' نواپور میں حفظ مکمل کیا، H.S.C class تک نواپور میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد نو سال مکمل عالمیت کی تعلیم ''جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل'' میں حاصل کی۔

بندے سے ترجمۂ کلامِ پاک، ریاض الصالحین جلد دوم، جلالین شریف ثانی اور ابنِ ماجہ شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

۲۰۲۳ء میں تکمیل کے بعد قطر آمد ہوئی، وزارت الاوقاف کے تحت خدمت کے لیے امتحان دینا باقی ہے، فی الحال اپنے اعتبار سے پرائیویٹ دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، درجۂ حفظ کی تدریس کے ساتھ ساتھ ترجمۂ کلام پاک، قصص النبیین، الجامع الھدیٰ لحبیب صلی اللہ علیہ وسلم (ریاض الصالحین کے مشابہ کتاب) پڑھا رہے ہیں۔

”جامعہ دارالاحسان“ نواپور کے قیام میں مولوی زکی کا اہم کردار

مولوی زکی سلمہ کے تعارف میں ایک بات ضرور کہوں گا، الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل وکرم سے دارالاحسان نواپور کے قیام میں ان کا بہت ہی اہم کردار رہا ہے، جس کے متعلق کچھ باتیں ”فیضِ سلیمانی“ میں بھی لکھوا چکا ہوں۔

نواپور میں اسکول کے ساتھ عربی پنجم تک تعلیم کا نظام ہے، نواپور دارالاحسان کے قیام کی برکت یہ ہوئی کہ نواپور، وسرواری، چیچ پاڑہ، ضلع نندوربار اور ضلع شیرپور وغیرہ علاقے کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد عربی پنجم تک نواپور میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد عالمیت کی تکمیل وافتا کی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند اور جامعہ ڈابھیل آنے لگی، جامعہ ڈابھیل کے قیام کے سو سے زیادہ سال ہو چکے ہیں، ان سوسالہ تاریخ میں ان علاقوں سے بہت ہی کم تعداد میں طلبہ جامعہ ڈابھیل میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے؛ مگر الحمدللہ! نواپور دارالاحسان کے قیام کے بعد ان علاقوں سے بہت بڑی تعداد میں طلبہ نواپور دارالاحسان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تکمیل کے لیے جامعہ ڈابھیل

آرہے ہیں، نواپور دارالاحسان کے اساتذہ بھی تقریباً سبھی جامعہ سے فارغ التحصیل ہیں۔
جامعہ ڈابھیل کے قیام کے سوسال کے بعد جامعہ ڈابھیل کا فیض جامعہ دارالاحسان کے ذریعے اس علاقے میں خوب عام ہونے لگا۔

ڈاکٹر عبداللہ اسحاق جی کا تعارف

نام: عبداللہ اسحاق جی۔ اصل خاندان راندیر سے ہے، ان کے والدِ محترم کی پیدائش ''رنگون'' میں ہوئی، اور ان کی پیدائش لندن میں ہوئی، تعلیم بھی لندن ہی میں ہوئی، وہاں ایم-بی-بی-ایس- کی ڈگری حاصل کی، ۲۰۱۹ء سے قطر میں مقیم ہیں، ماشاء اللہ! ڈاکٹر صاحب کے دو بچے حافظِ قرآن ہیں، وقتاً فوقتاً دعوت وتبلیغ میں بھی وقت لگتا رہتا ہے۔

بلال بھائی سیدات کا تعارف

جناب بلال بھائی سیدات اصلاً ہمارے قریبی علاقہ: ''چاپلدھرا (ચાપલધરા)'' کے رہنے والے اور مولوی زکی سلمہ کے بہنوئی ہے، پورے سفر میں ان کے یہاں ہی میرا قیام رہا۔

قطر کے متعلق چند بنیادی معلومات اور اہم خصوصیات

قطر کا تعارف

''قطر'' یہ جزیرہ نما ملک ہے، تقریباً تین جانب سے سمندر سے گھرا ہوا ہے، اس کی زمینی سرحد سعودی عرب کے ساتھ متصل ہے۔ یہ بحرین اور متحدہ عرب امارات کے

بھی قریب ہے۔اس کی راجدھانی ''دوحہ''سِٹی ہے،قطر کی ۸۰رفی صد آبادی دوحہ ہی میں ہے۔پورا قطر رقبے کے اعتبار سے ۱۱۰۰۰رمربع کلومیٹر ہے، شمال سے جنوب ۱۵۰رکلومیٹر، مشرق سے مغرب ۱۰۰رکلومیٹر ہے۔

یہاں ''الثانی'' خاندان کی بادشاہت ہے، تقریباً تمام اختیارات امیر کے پاس ہیں، جوملک کا سربراہ ہے۔فی الحال امیر شیخ تمیم بن حمد الثانی ہیں، اپنے والد کے بعد جون ۲۰۱۳ء سے ''امارت'' کے عہدے پر فائز ہیں۔۴۵رنشستوں پر مشتمل ایک شوریٰ بھی بنی ہوئی ہے؛ مگر مجلسِ شوریٰ کے پاس قوانین بنانے کا محدود اختیار ہے، تمام معاملات میں آخری فیصلہ امیر کا ہوتا ہے۔

قطر میں زیادہ تر باہر کے لوگ ہیں، غیر عرب اکثریت میں ہیں، سب سے زیادہ آبادی ہندوستانیوں کی ہے، اس کے علاوہ نیپال، بنگلا دیش، سری لنکا، پاکستان، مصر، فلپائن وغیرہ دوسرے ملکوں کے شہری بھی قطر میں ہیں۔

لغت میں قطر کے معنی

''قطر'' کے لغت میں کئی معنی ہوسکتے ہیں جو سیاق وسباق پر منحصر ہوتے ہیں۔اردو میں ''قطر'' کے عام معانی یہ ہیں:

(۱) مشرقِ وسطیٰ میں ایک عرب ملک کا نام ''قطر''(Qatar) ہے۔

(۱) بوند- پانی یا کسی مائع چیز کی چھوٹی مقدار، جیسے: پانی کا ایک قطرہ۔

(۳) علمِ ہندسہ (Geometry) میں ''قطر'' دائرے کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک مرکز سے گزرنے والی سیدھی لکیر کو کہتے ہیں۔

قطر کی وجہ تسمیہ

ملکِ قطر (Qatar) کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف رائیں ملتی ہیں؛ مگر سب سے معروف اور مستند رائے یہ ہے:

ملک قطر (Qatar) غالباً قدیم عربی لفظ ''قطر'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ''برسنے والی جگہ'' یا ''بارش کی بوندیں'' کے ہیں۔ مختلف تاریخی روایات کے مطابق:

(۱) قدیم جغرافیہ نگاروں نے خلیجِ فارس کے جنوبی ساحل پر ایک علاقے کو ''قطر'' (Qatara) یا ''قطرہ'' کے نام سے پکارا، جو وہاں کی نمی، بارش یا پانی کے قطروں کی طرف اشارہ کرتا تھا۔

(۲) قدیم رومن مؤرخ پلینی (Pliny the Elder) نے پہلی صدی عیسوی میں خلیجِ عرب کے اس علاقے کو (Catara) کہا تھا، جو بعد میں قطر (Qatar) بن گیا۔

(۳) کچھ مؤرخین کے مطابق یہ نام قبیلہ ''قطری'' یا ''بنوقطر'' سے منسوب ہے جو قدیم دور میں یہاں آباد تھا۔

(۴) ایک رائے یہ بھی ہے کہ چوں کہ اس علاقے میں موتیوں (pearls) کی بہتات تھی اور وہ پانی کے اندر پائے جاتے ہیں؛ اس لیے ''قطر''؛ یعنی ''قطرہ'' (drop) کا تصور پانی یا سمندر سے بھی جوڑا جاتا ہے۔

قطر میں اسلام

قطر میں اسلام ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں آیا، جب اسلام جزیرہ نما

عرب میں پھیلنا شروع ہوا:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کے حاکم: منذر بن ساوی کے پاس دعوتِ اسلام کے ساتھ بھیجا۔ انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور یوں اس کے زیرِ حکومت علاقوں میں (جن میں قطر بھی شامل تھا) اسلام سرکاری طور پر رائج ہوگیا۔

''البدایہ والنہایہ'' (ابن کثیر)، ''سیر اعلام النبلاء'' (الذہبی) اور ''فتوح البلدان'' (بلاذری) جیسی معتبر کتابوں میں حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی دعوت اور منذر بن ساوی کے قبولِ اسلام کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے؛ چوں کہ ''قطر'' اس وقت ''بحرین'' کے ماتحت علاقہ تھا؛ اس لیے وہاں بھی اسلام کا داخلہ اسی مرحلے میں ہوا۔

خلاصہ یہ کہ قطر میں اسلام ساتویں صدی کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پہنچا، جب بحرین کے حاکم نے اسلام قبول کیا۔ یہ خطہ جلد ہی اسلامی ریاست کا حصہ بن گیا اور وہاں کے لوگ مسلمان ہوگئے۔

قطر کی ابتدائی آبادی

قطر کے آباد ہونے کا تاریخی پس منظر:

(۱) آثارِ قدیمہ سے پتا چلتا ہے کہ قطر میں انسانوں کی موجودگی کم از کم 4000 قبل مسیح تک جاتی ہے۔

(۲) ساتویں صدی میں اسلام آنے کے بعد قطر باقاعدہ اسلامی خلافت کا حصہ بنا، جس کے بعد یہاں کے قبائل میں مذہبی اور ثقافتی یکسانیت آئی، اور تجارت کو اسلامی دنیا سے جوڑ دیا گیا۔ عباسی دور میں قطر کی اہمیت مزید بڑھی، اور یہ علاقہ تجارتی نیٹ

ورک میں شامل ہوگیا۔

(۴) موتی کی تجارت: اٹھارویں اور انیسویں صدی میں قطر کی معیشت کا مرکز موتی کی تجارت تھا۔ بہت سے ماہی گیر خاندان ساحلی علاقوں میں آباد ہوئے، اور قطر کی موجودہ بستیاں اسی دور میں پروان چڑھیں۔

(۵) آلِ ثانی خاندان کا قیام: 1847ء میں آلِ ثانی خاندان کی قیادت میں قطر نے ایک منظم شکل اختیار کرنا شروع کی۔ شیخ محمد بن ثانی نے قطر کے قبائل کو متحد کیا اور اس کی سیاسی بنیاد رکھی۔

خلاصہ: قطر قدرتی وسائل، تجارتی محلِ وقوع اور قبائلی ہجرتوں کے باعث آباد ہوا۔ پہلے ماہی گیر، تاجر اور عرب قبائل یہاں آ کر بسے، بعد میں اسلامی دعوت اور خلافت کے ذریعے معاشرہ مضبوط ہوا۔ 19 ویں صدی میں آل ثانی خاندان کے تحت قطر نے ایک ریاستی شکل اختیار کی۔

زبان

یہاں کی قومی زبان ''عربی'' ہے؛ جب کہ انگریزی سب سے زیادہ سمجھی جانے والی زبان ہے۔ اس کے علاوہ ہندی، تمل، اردو، نیپالی، بنگالی بھی بڑی تعداد میں بولی جاتی ہے۔

مذہب

''اسلام'' قطر کا سب سے بڑا مذہب ہے۔

اسلام: 67.7٪

مسیحیت: 13.8٪

ہندومت: 13.8٪

بدھ مت: 3.1٪

قومی دن

قطر کا قومی دن (عربی: اليوم الوطني لقطر) ۱۸۷۸ء میں قطر کے اتحاد کی قومی یادگار ہے۔ یہ ہر سال ۱۸/دسمبر کو منایا جاتا ہے۔

یہ تعطیل ۲۱/جون ۲۰۰۷ء کو اُس وقت کے ولی عہد اور وارث ظاہر شیخ تمیم بن حمد آل ثانی کے فرمان کے ذریعے قائم کی گئی تھی۔

۱۸/دسمبر کو ''یومِ تاسیس'' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

ذرائعِ آمدنی

قدرتی گیس، قیمتی ہیرے جواہرات، پیٹرول، مچھلیوں کی خرید وفروخت، سیاحت وغیرہ یہاں کے ذرائعِ آمدنی ہیں، قدرتی گیس اور قیمتی ہیرے بہت بڑی مقدار میں برآمد ہوتے ہیں، قطر دنیا کا تیسرا قدرتی گیس کے ذخائر والا ملک شمار ہوتا ہے۔

قطر اور سعودی کی ریت کا فرق

قطر میں بالکل لبِ سڑک ریت کے تودے ہیں اور کافی مقدار میں ریت ہے، جب ہوائیں چلتی ہیں تو ریت اُڑ اُڑ کر راستوں پر آجاتی ہے، جس سے متنبہ کرنے کے لیے راستوں پر بورڈ بھی لگے ہوئے ہیں، قطر اور سعودی عرب کی ریت میں فرق ہے، قطر کی ریت سفیدی مائل ہے اور سعودی کی ریت سنہری رنگ کی طرف مائل ہے۔

قطر کے مشہور اور بڑے شہر

دوحہ:(Doha)’’الدوحة‘‘ سے ماخوذ ہے،جس کا مطلب ہے’’بڑا درخت‘‘ یا’’سایہ دار درخت‘‘

کہا جاتا ہے کہ: دوحہ کے مقام پر ایک وقت میں ایک بڑا اور گھنا درخت موجود تھا جس کے نیچے مسافر آرام کرتے تھے۔اسی درخت کی نسبت سے اس علاقے کو’’دوحہ‘‘ کہا جانے لگا۔

بعض مؤرخین کے مطابق، یہ درخت سمندر کے کنارے واقع تھا اور ماہی گیر یا ملاح اس کے نیچے آرام کیا کرتے تھے۔

دوحہ- جواب قطر کا دارالحکومت ہے- ابتدا میں ایک چھوٹا ماہی گیری گاؤں تھا، جو وقت کے ساتھ ایک جدید اور عالمی شہر میں تبدیل ہو گیا؛ مگر اس کے نام کی اصل اب بھی اس کی تاریخی جڑوں کی عکاسی کرتی ہے۔

دوحہ خلیجِ فارس کے ساحلوں پر واقع ہے۔ ۴ لاکھ کی آبادی (بہ مطابق ۲۰۰۵ء مردم شماری) کے ساتھ یہ ملک کا سب سے بڑا شہر ہے اور ملک کی ۸۰ فیصد آبادی اِسی شہر اور اِس کے گرد و نواح میں رہتی ہے۔ یہ مملکت کا اقتصادی مرکز ہے۔ یہ شہر ۱۸۵۰ء میں’’البدع‘‘ کے نام سے قائم کیا گیا۔

۱۸۸۳ء میں شیخ قاسم نے مقامی قطریوں پر مشتمل ایک فوج کے ذریعے سلطنتِ عثمانی کے خلاف ہو کر ملک پر کنٹرول حاصل کیا۔

۱۹۱۶ء میں اسے برطانیہ کے زیرِ سرپرستی قطر کا دارالحکومت قرار دیا گیا، اور جب

۱۹۷۱ء میں ملک نے آزادی حاصل کی تب اسے قومی دارالحکومت برقرار رکھا گیا۔

۱۹۱۷ء میں شیخ عبداللہ قاسم آلِ ثانی نے شہر کے مرکز میں ''قلعہ الکوت'' تعمیر کرایا۔

۱۹۴۹ء میں قطر میں تیل کی تلاش کا آغاز ہوا، آج یہ ملک کُل ۸/لاکھ بیرل روزانہ تیل نکال کر تیار کرتا ہے۔

۱۹۶۹ء میں ''گورنمنٹ ہاؤس'' کا قیام عمل میں آیا جسے آج قطر کی سب سے اہم عمارت سمجھا جاتا ہے۔

۱۹۷۳ء میں جامعہ قطر اور ۱۹۷۵ء میں قطر قومی عجائب گھر قائم کیا گیا، جو دراصل ۱۹۱۲ء میں حاکم کا محل تھا۔

معروف عربی نشریاتی چینل ''الجزیرہ'' نے ۱۹۹۶ء میں اپنی خدمات کا آغاز کیا، اس کے صدر دفاتر اور نشریاتی مراکز دوحہ ہی میں واقع ہیں۔

الخور

''دوحہ'' سے شمال کی جانب تقریباً ۳۷/کلومیٹر کے فاصلے پر چھوٹا سا؛ مگر خوب صورت اور صاف ستھرا قصبہ واقع ہے، اسے نہایت جدید طریقے سے تعمیر کیا گیا ہے، اس کی سڑکیں کشادہ ہیں اور ان کے کناروں پر پام یا کھجور کے درخت لگے ہیں، سڑک کے ساتھ ساتھ خوب صورت پھول دار پودے بھی ہیں، یہاں ایک قدیم قلعے کے آثار اور ایک عجائب گھر بھی ہے، اِس قصبے سے آگے صنعتی علاقہ شروع ہوجاتا ہے جسے ''الخور کمیونٹی'' کہتے ہیں۔

الوکرہ

''دوحہ'' سے تقریباً ۲۰ رکلومیٹر جنوب میں واقع یہ قطر کا قدیم ترین قصبہ ہے۔ ''الخور'' کی طرح یہ بھی ایک بہت خوب صورت مقام ہے، سمندر کے کنارے آباد یہ شہر سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

یہاں کی خوب صورت مساجد میں ''جامع صہیب رومیؓ''، ''جامع حمزہ بن عبد المطلب'' مشہور ہیں۔

اُمِّ سعید

''الوکرہ'' سے مزید جنوب کی طرف ایک بہت بڑا صنعتی مرکز جس کا نام ''اُمِّ سعید'' یا ''مسیعید'' ہے، یہ ساحلِ سمندر کے نزدیک بسایا گیا ہے۔

یہ صنعتی قصبہ ''الوکرہ'' سے ۲۵ رکلومیٹر اور دوحہ سے ۴۵ رکلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ شہر کی کشادہ سڑکیں اور خوب صورت عمارتیں قابلِ دید ہیں؛ چوں کہ اس علاقے میں صنعتیں ہیں؛ لہٰذا یہاں زیادہ تر غیر ملکی آباد ہیں جن میں پاکستانی اور بھارتی بھی شامل ہیں۔ یہاں مختلف کھیل اور تفریحی سرگرمیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

دخان

یہ شہر ''دوحہ'' سے تقریباً ۹۵ رکلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، ''دخان'' شہر کو ایک صنعتی شہر اور قطر کا چوتھا بڑا شہر سمجھا جاتا ہے، اِس کی اہمیت کا اندازہ اِس سے کیجیے کہ اِسی شہر میں قطر پیٹرولیم کمپنی کی عمارتیں اور بجلی کے اسٹیشن موجود ہیں۔

دفنہ

دفنہ(Dafna) دوحہ(Doha) کا ایک علاقہ ہے، یہ دوحہ کے مرکز کے قریب ہے اور اکثر سرکاری دفاتر، سفارت خانے، اور ہوٹلوں کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔

سمندر میں مٹی ڈال ڈال کر اس جگہ بڑی بڑی عمارتیں بنائی گئی ہیں، اُسی پر سے اس کا نام ''دفنہ'' رکھا گیا ہے۔

رأس لفان (Ras Laffan)

یہ صنعتی شہر ہے، دوحہ سے ۸۰ رکیلومیٹر جانبِ شمال میں ساحل سمندر پر واقع ہے۔

اس شہر میں ''LNG'' قدرتی سیال گیس اور دیگر petrochemicals نکالنے کی facilities ہے۔ اس شہر پر قطر کے اقتصاد کا بڑا حصہ موقوف ہے، اور اس شہر کے port سے دنیا میں سب سے زیادہ LNG اور petrochemicals export کیے جاتے ہیں۔

خور العدید

یہ شہر دوحہ سے تقریباً ۸۰ رکیلومیٹر جانبِ جنوب میں واقع ہے۔

اس جگہ کی خصوصیت یہ ہے کہ سمندر صحرا میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک چھوٹی خلیج کے چاروں طرف ریت کے ٹیلے اور صحرا ہے، عجیب قدرتی منظر ہے جس کو دیکھنے کے واسطے لوگ جاتے ہیں۔

قطر کی چند خصوصیات
وسعتِ ظرفی، سیاہ فام لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک

قطر ایئر پورٹ پر جیسے ہی ہوائی جہاز سے باہر نکلے، ایک چیز جو دل پر بہت اثر کر گئی، وہ یہ کہ: یہاں افریقہ کے سیاہ فام بلالی نسل کے لوگ ایک بڑی تعداد میں مختلف شعبوں میں ملازمت کرتے ہیں؛ حتی کہ حکومتی شعبوں میں بھی بہ طورِ ملازم موجود ہیں، تقریباً سبھی مسلمان ہیں اور زیادہ تر کینیا، یوگانڈا، گانا، حبشہ، سوڈان وغیرہ ممالک سے ہیں، یہ حکومت کی بڑی وسعتِ ظرفی کی بات ہے کہ رنگ سیاہ ہونے کی وجہ سے ان سے تفریق نہ کرکے ان کو حکومتی شعبوں اور اپنے ذاتی کاموں میں بہ طورِ ملازمت اپنایا جاتا ہے۔

یہ بھی بتایا گیا کہ قطری عرب ایک بیوی سوڈانی رکھنا بھی پسند کرتے ہیں، جیسا کہ ہمارے انڈیا کے لوگ جو انگلینڈ، افریقہ، لنڈن، آسٹریلیا میں آباد ہیں وہ اپنے اصلی وطن ہندوستان میں آکر شادی کرتے ہیں، اسی طرح یہ قطری لوگ قطری عورت سے بھی شادی کرتے ہیں اور ایک بیوی سوڈانی بھی رکھتے ہیں؛ چوں کہ یہاں کثرتِ ازدواج کا رواج ہے۔ یہ بڑی وسعتِ ظرفی کی بات ہے۔

قطر حکومت کی وسعتِ ظرفی کی تازہ مثال

یہاں کی حکومت کی وسعتِ ظرفی کی کئی مثالیں ہیں، تازہ ترین مثال ہمارے ملک کے وزیرِ اعظم کی ذاتی فکروں اور محنت کے نتیجے میں ہمارے ملک کے آٹھ (۸) افراد کو -جو پہلے نیوی (Navy) کے بڑے عہدے پر رہ چکے تھے- کسی معاملے میں

سزائے موت دی گئی تھی، قطر حکومت نے ان کی سزا کو معاف کر کے ان کو صحیح سلامت ہندوستان بھیج دیا تھا۔

نیوی (Navy): کسی بھی ملک کی وہ مسلح فوجی شاخ (فوج کا حصہ) ہوتی ہے جو سمندر، دریا یا دیگر آبی راستوں پر جنگی کارروائیوں، نگرانی، اور حفاظت کی ذمّے دار ہوتی ہے۔

عصبیت وتعصب

اسلام میں قومیت اور برادری کوئی چیز نہیں، تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اس اُخوتِ اسلامی کی بنا پر ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا ہمدرد ہوتا ہے، ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر کوئی ہے یا ہوسکتی ہے تو وہ صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے، اِس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بن سکتی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾ (الحجرات)

ترجمہ: اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد (یعنی آدم) اور ایک عورت (یعنی حوّا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف (قوموں کی) شاخوں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے؛ تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کرسکو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں۔

اِس مختصر سی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین اہم اصولی حقیقتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) تم سب کی اصل ایک ہے، ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے تمھاری پوری نوع وجود میں آئی ہے۔

(۲) اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمھارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری عمل تھا؛ مگر فطری فرق واختلاف کا تقاضا یہ ہرگز نہ تھا کہ اِس کی بنیاد پر اونچ نیچ، شریف وکمین، برتر وکمتر کے امتیازات قائم کیے جائیں، ایک نسل دوسری نسل پر اپنی فضیلت جتائے، ایک رنگ کے لوگ دوسرے رنگ کے لوگوں کو حقیر وذلیل جانیں اور ایک قوم دوسری قوم پر اپنا تفوق جمائے، ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ. (ابوداؤد شریف:۵۱۲۱)

جو شخص عصبیت کی طرف دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یعنی جو شخص خاندانی اونچائی نیچائی کا اظہار کرے وہ اپنے آپ کو امتِ محمدیہ سے خارج سمجھے۔

(۳) اگر کسی کو دوسرے پر فضیلت وبرتری ہو سکتی ہے تو وہ صرف تقویٰ وطہارت کی بنیاد پر ہو سکتی ہے، جس میں تقویٰ والی خوبی پائی جائے؛ خواہ وہ کسی نسل، کسی ملک سے تعلق رکھنے والا ہو، وہ اِس خوبی کی بنا پر قابلِ قدر ہے اور جس کا حال اِس کے برعکس ہو وہ ایک کم درجے کا انسان ہے؛ چاہے وہ کالا ہو یا گورا، مشرق میں پیدا ہوا ہو یا مغرب میں، یہی وہ حقائق ہیں جو قرآنِ کریم کی ایک مختصر سی آیتِ کریمہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برادریوں اور قبیلوں کے باہمی تعصب کو مٹایا، حسب ونسب اور ذات پات کے فخر وغرور کو خاک میں ملا دیا، سب مسلمانوں کو ایک برادری بنا کر ان کو یک جان دو قالب کر دیا، ایسا شیر وشکر کیا کہ ان کو ایک دوسرے کی جدائی گوارا نہ تھی، وہ آپس میں اللہ کے لیے محبت رکھنے والے بھائی بھائی بن گئے، جو مسلمان حسب و نسب اور ذات و برادری کے رشتے پر اسلام کے رشتے کو ترجیح دیتا ہے اور تقویٰ و دین داری اور اخلاقِ فاضلہ کی بنا پر محبت کرتا ہے اور اللہ کے نیک بندوں کے لیے بھائی چارہ قائم کرتا ہے تو وہ دنیا میں امن وچین اور عزت کی زندگی بسر کرنے کے بعد آخرت میں بھی بڑے مرتبے کا مستحق ہوگا۔

یہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک محدود نہیں رہیں؛ بلکہ اسلام نے ان کے مطابق اہلِ ایمان کی ایک عالم گیر برادری عملاً قائم کر دی:

جس میں رنگ ونسل، زبان، وطن اور قومیت کی کوئی تمیز نہ تھی۔

جس میں اونچ نیچ، چھوت چھات اور تفریق وتعصب کا کوئی تصور نہ تھا۔

جس میں داخل ہونے والے تمام انسان؛ خواہ کسی نسل وقوم اور ملک ووطن سے تعلق رکھتے ہوں بالکل مُساویانہ حقوق کے ساتھ داخل ہو سکتے اور ہوئے ہیں۔

اسلام کے مخالفین تک کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ انسانی مُساوات ووحدت کے اصول کو جس کامیابی کے ساتھ مسلم معاشرے میں عملی طور پر تشکیل دیا گیا ہے اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی دین اور کسی نظام نے پیش نہیں کی۔ صرف اسلام وہ دین ہے جس نے روئے زمین کے تمام گوشوں میں پھیلی ہوئی بے شمار نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک امت بنا دیا ہے۔

بندے کا ایک لمبے عرصے سے افریقی ممالک: زامبیا، ملاوی وغیرہ میں دینی نسبت

سے جانا ہوتا رہتا ہے، الحمدللہ! بندہ بیانات میں اس بات پر زور دے کر بار ہا توجہ دلاتا رہتا ہے کہ ان سیاہ جلد والوں سے نفرت نہ کرو، ان کو اپناؤ۔

انسانی ہمدردی

یہاں قطر میں ''منسٹری آف لیبر'' (Ministry of Labour) کی طرف سے سخت گرمی کے ایام میں یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ صبح دس بجے سے دوپہر ساڑھے تین بجے تک کھلے مقامات پر مزدور، کارکنان حضرات کام نہیں کریں گے، اسی طرح چیزیں ڈیلیور کرنے والوں کے لیے بھی بائیک سے ڈیلوری کرنا ممنوع ہے، ہاں! کار سے ڈیلوری کر سکتے ہیں، کوئی بھی کمپنی اپنے کارندوں کو اس چیز پر مجبور نہیں کر سکتی، کام کروانے کی صورت میں کارروائی ہو سکتی ہے۔

''منسٹری آف لیبر'' (Ministry of Labour) ایک سرکاری ادارہ ہوتا ہے جو کسی ملک میں محنت کشوں، ملازمین، اور آجرین (employers) سے متعلقہ امور کی نگرانی کرتا ہے۔

پردے کا اہتمام

قطر میں حکومت کی طرف سے تمام ہی عورتوں کے لیے- چاہے قطر میں مقیم ہوں یا سیاحت کی نسبت سے آئی ہوں، سب کے لیے- ایک قانون بنا ہوا ہے کہ تمام عوامی مقامات (Public Places): جیسے شاپنگ مال، بازار، آفیس، ایئرپورٹ وغیرہ میں عورتوں کو پورے لباس میں رہنا ضروری ہے، اسی طرح یہاں کی قطری عورتیں- جو کہ سرکاری دفاتر میں ملازمت کرتی ہیں وہ- بھی بدن پر برقع اور سر پر حجاب باندھنے کا

اہتمام کرتی ہیں؛البتہ چہرہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔

بہر حال! جس طرح دیگر ممالک میں ایسے مقامات پر عورتیں نیم عریاں یا کم سے کم لباس میں نظر آتی ہیں، اُن ممالک کی بہ نسبت یہاں پردے کا کافی اہتمام نظر آیا۔

فحاشی وعریانیت

اِسی طرح یہاں فحاشی وعریانیت عام نہیں ہے، جو فحاشی اور عریانیت کچھ دوسرے ممالک کے متعلق سننے اور دیکھنے کو ملی، کافی حد تک یہاں پر وہ باتیں نہیں ہیں؛ بلکہ بہت سے سمندری کنارے (Beach) ایسے ہیں جہاں میاں بیوی ہی کو جانے دیا جاتا ہے؛ گویا حیا وشرم کا کسی نہ کسی قدر یہاں پر اہتمام کروایا جاتا ہے۔

نظافت کا اہتمام

حکومت کی طرف سے صفائی اور نظافت کا ہر جگہ اہتمام کیا جاتا ہے، راستے اور عوامی مقامات (Public Places) بالکل صاف ستھرے ہیں، نظافت اور ظاہری صفائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں گُٹکا، تمباکو اور پان وغیرہ پر پابندی لگائی گئی ہے۔ ہمارے یہاں مساجد، راستوں اور عام مقامات (Public Places) کو خراب کرنے والی چیزوں میں یہی چیز بڑی سنگین اور بڑی خطرناک ہے، جہاں وہ جسمانی صحت کو متأثر کرتی ہے، وہیں پر ظاہری نظافت کو خراب کرنے میں اور گندگی پھیلانے میں بڑا رول ادا کرتی ہے۔

درس وتدریس کا سلسلہ

یہاں قطر میں ’’ادارۃ الدعوہ‘‘ کی جانب سے ’’دورۂ تعلیمیہ‘‘ کا ایک بہترین سلسلہ

ہے، جس میں عصر سے عشا یا عشا بعد درسِ تفسیر، درسِ حدیث اور درسِ سیرت کا سلسلہ ہوتا ہے، ماہر علمائے کرام آتے ہیں، گھنٹہ، دو گھنٹہ درس دیتے ہیں جس سے عوام اور خواص مستفید ہوتے ہیں، مختلف مساجد میں یہ سلسلہ رہتا ہے جس سے عوام کو علمِ دین سیکھنے کا موقع مل جاتا ہے۔

رمضان المبارک میں ہوٹل کے متعلق قانون

یہاں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ رمضان المبارک میں صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب سے دو گھنٹے پہلے تک کھانے پینے کی ہوٹل، کھانے پینے کی لاریاں وغیرہ قانوناً بند رکھنا ضروری ہے، اسی طرح عام مقامات پر کھلے عام کھانا قانوناً جرم ہے اور یہ قانون صرف مسلمانوں کے لیے نہیں؛ بلکہ سب کے لیے ہے، سیاحوں؛ یعنی گھومنے پھرنے والوں کے لیے بھی ہے؛ چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو؛ البتہ خفیہ طور پر کھانے پینے کی اجازت ہے۔

افطار سے تقریباً دو گھنٹے پہلے ریسٹورنٹ کھل جاتے ہیں؛ چوں کہ لوگ آن لائن آرڈر کرتے ہیں، افطار کا کھانا منگواتے ہیں؛ اس لیے افطار سے دو گھنٹے پہلے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

قطر میں رمضان میں صبح کا ماحول دیکھ کر ایک بات یاد آ گئی جو میرے مرحوم بھائی مولانا محمد صاحب مقیم لیسٹر نے سنائی تھی کہ انگلینڈ میں حضرت جی مولانا انعام الحسن سے پوچھا گیا کہ: انگلینڈ کیسا لگا؟

تو فرمایا: محلے قبرستان جیسے، مکان مرغی کے ڈربو جیسے اور کھانا مریضوں جیسا۔

مساجد کے ارد گرد باغیچے (Garden)

یہاں کی تقریباً ہر بڑی مسجد کے ارد گرد- جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے- گارڈن اور باغیچہ ہوتا ہے، جن سے مساجد میں باطنی وروحانی سکون کے ساتھ ظاہری سکون بھی ملتا ہے، مناظر بھی خوشنما معلوم ہوتے ہیں، مساجد میں صفائی کا نظام بھی اچھا ہوتا ہے۔

یہاں کی اہم اور مرکزی مساجد میں ایک ''مسجد شیخ محمد بن عبدالوہاب'' ماشاءاللہ! کافی بڑی مسجد ہے، ہمارے جامعہ ڈابھیل کی مسجد سے تقریباً تین گنا بڑی مسجد معلوم ہوتی ہے۔

خطباتِ جمعہ کے متعلق

ایک منفرد بات یہ ہے کہ یہاں مساجد کے ائمۂ کرام پر جمعہ کے خطبات کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے کہ حکومت جو خطبہ بھیجے وہی صرف سنا دینا ہے؛ جیسا کہ بہت سے عرب کہلانے والے ممالک میں یہ ضابطہ ہے کہ حکومت کی طرف سے ایک خطبہ دے دیا جاتا ہے، وہی خطبہ جمعہ میں پڑھ کر سنا دینا ہے، وہ طریقہ یہاں نہیں ہے؛ بلکہ خطبے کے موضوع کے انتخاب میں بالکل آزادی ہے، جیسے ہمارے یہاں ائمۂ کرام حالات کی مناسبت سے ضرورت کو سامنے رکھ کر خطبات مرتب کر کے جمعہ کے دن خطبہ پیش کرتے ہیں، اِس سے معروفات، منکرات وغیرہ کی طرف اچھی خاصی نشان دِہی ہو جاتی ہے۔

ہیڈفون (Headphone) کا انتظام

یہاں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ بہت سی مساجد میں جمعہ وغیرہ کے بیانات

اور خطبات کے ترجمے کے لیے ہیڈفون رکھے ہوئے ہیں، بیان وخطبہ سننے والا جس زبان میں سمجھنا چاہے اس زبان کا ہیڈفون لگالے، امام وخطیب کے خطبے کا سیدھا ترجمہ کان میں سنائی دیتا ہے، اس طرح کا نظام (System) بندے نے پہلے اندلس کے سفر میں دیکھا تھا؛ لیکن وہاں تفریح گاہ پر یہ سہولت تھی کہ گائیڈ آپ کی زبان کے ہیڈفون کی شکل میں تفریح گاہ کا تعارف کرواتا ہے، مساجد کے بیانات اور خطبات کے متعلق پہلی بار اس طرح کا سسٹم دیکھنے کو ملا، یہ بہت اچھا نظام ہے؛ تاکہ مختلف ممالک کے لوگ امام صاحب کے خطبے سے دینی وعلمی استفادہ کرسکے۔

یہاں بڑی بڑی مساجد میں "QR CODE" کا نظام ہے، اس کو سکین (Scan) کرکے اپنی زبان میں قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھ سکتے ہیں، اس کو ڈانلوڈ (Download) بھی کرسکتے ہیں۔ مختلف زبانوں کے "QR CODE" لگائے ہوئے ہیں۔

مساجد میں افطار کا انتظام

رمضان المبارک میں تقریباً ہر علاقے میں ایک بڑا خیمہ لگایا جاتا ہے جہاں افطاری کا عمدہ نظام ہوتا ہے اور اس کے علاوہ جگہ جگہ بہترین افطاری تقسیم کی جاتی ہے، لوگ لائن میں کھڑے رہ کر اپنا نمبر آنے کا انتظار کرتے ہیں، ماشاء اللہ! کھانا بھی کافی مقدار میں ہوتا ہے، ملازم پیشہ غریب لوگوں کے ایک وقت کے کھانے کا فائدہ ہوجاتا ہے۔

اذانِ مغرب اور جماعت کے درمیان تقریباً ۱۵ ر سے ۱۷ ر منٹ کا وقفہ رہتا ہے؛ تاکہ لوگ اطمینان سے کھانا کھاسکے۔

مساجد میں لکھی ہوئی ہدایات

مساجد کے باہر ہدایات بھی بڑی اچھی لکھی رہتی ہیں، ایک جگہ بہت اچھی ہدایت پڑھی کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو ٥٠ ٣/ایم ایل (ML) میں ہوتا تھا، ایک لیٹر میں ایک ہزار ایم ایل ہوتا ہے تو ٥٠ ٣/ایم ایل میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس بابت عام معمول یہ تھا کہ آپ ایک مُد (تقریباً ایک سیر پانی جو عموماً ایک لوٹے کے برابر ہوتا ہے) سے وضو فرماتے تھے۔

صحیحین کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مُد پانی سے وضو اور ایک صاع سے پانچ صاع؛ یعنی ساڑھے چار سیر پانی سے غسل فرماتے تھے:

عن أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ. (البخاري:٢٠١)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد تک غسل فرماتے تھے اور ایک مد سے وضو فرماتے تھے۔

حنفیہ کے یہاں وضو کی واجبی اور کفایتی مقدار کے لیے پانی کی کوئی تحدید نہیں ہے، صحیحین کی مذکورہ حدیث میں وضو کے لیے جو ایک مد کی بات آئی ہے وہ کفایت شعاری کو اختیار کرنے اور اِسراف سے بچنے کے لیے ہے؛ یعنی استحباب پر محمول ہے، حسبِ ضرورت و مزاج اس مقدار سے کمی بیشی کی اجازت ہے۔

مگر اِس میں ہمیں کم سے کم پانی میں وضو کی عادت بنانی چاہیے، بے جا پانی کا اسراف نہیں کرنا چاہیے۔

تراویح کے متعلق

جمعہ کے خطبات کی طرح تراویح کے سلسلے میں بھی ائمۂ کرام پر کوئی پابندی نہیں، ائمۂ کرام اپنے اپنے محلے اور علاقے کے باشندوں کے اعتبار سے تراویح پڑھاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ۲۰/رکعت تراویح کا سلسلہ بہت سی جگہ جاری ہے اور آٹھ رکعت کا بھی سلسلہ جاری ہے؛ لیکن سلفیت یا غیر مقلدیت کا جو غلبہ یا تسلط دوسرے عرب ممالک میں دیکھنے کو ملتا ہے وہ یہاں قطعاً نہیں ہے اور یہ سب موجودہ امیر کے بھائی شیخ فہد -حفظه الله- کی فکروں کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ ان کی عمر صحت و عافیت کے ساتھ دراز فرمائے، آمین!

اسلامی ثقافتی مرکز (Fanar Center) کا تعارف

ایک بہت اچھی خوش آئند بات یہ ہے کہ یہاں ''فنار سینٹر'' ہے؛ چوں کہ یہاں مختلف ممالک سے لوگ کاروبار و ملازمت کی نسبت سے آتے ہیں اور ان میں ایک بڑی تعداد غیر مسلموں کی بھی ہوتی ہیں، ان غیر مسلموں کو اسلام اور اسلامی احکام کا تعارف کرانے کے لیے یہ سینٹر قائم کیا گیا ہے، مختلف زبانوں میں دینِ اسلام کا تعارف پیش کرنے والے حضرات موجود رہتے ہیں، لٹریچر بھی رہتا ہے، جو بھی یہاں آتا ہے اس کو اس کی مادری زبان میں اسلام کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اسلام کے متعلق جو اشکالات ہوتے ہیں وہ دور کیے جاتے ہیں، اگر کوئی خوش نصیب کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی بڑی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے؛ چناں چہ مسجد میں جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے بعد بھرے مجمع میں کھڑے کر کے علی الاعلان کلمہ پڑھایا جاتا ہے، پھر لوگ مبارک باد پیش

کرتے ہیں اور یہ نظام صرف مرد حضرات کے لیے نہیں ؛ بلکہ عورتوں کے لیے بھی ہے، پھر اس میں نئے ایمان لانے والوں کے درمیان مناسب رشتے طے کروا کر نکاح کرا دینے کا بھی سلسلہ ہے، یہ بھی بہت ہی عمدہ قابلِ مبارک باد سلسلہ ہے جس کی برکت سے بڑی تعداد میں مرد وعورت ایمان لاتے ہیں۔

میٹرو ٹرین کا نظام

یہاں پورے شہر میں اکثر جگہوں پر میٹرو ٹرین کا بہت عمدہ نظام ہے اور اس میں سفر کی سہولت کے لیے حکومت کی طرف سے شہر کے مختلف علاقوں اور جگہوں پر براؤن کلر کی بسیں چلتی ہیں، جو قریب کے اسٹیشن پر لے جاتی ہیں اور یہ سروس بالکل مفت (Free) ہے۔

اسی طرح یہاں ہرے (Green) کلر کی بسیں بھی چلتی ہیں، اس کی ٹکٹ فقط تین ریال کی ہوتی ہے، اس ٹکٹ سے قریبی اسٹیشن ہو یا بہت دور کا، ایک مرتبہ بس میں سوار ہو کر کہیں بھی جا سکتے ہیں (دور جانے کے لیے مزید ٹکٹ کے پیسے دینے کی ضرورت نہیں)، اگر اس بس کا آخری اسٹیشن آ گیا تو اب بس سے لازمی طور پر اترنا ہوگا؛ گویا حکومت نے عوام کی آمد ورفت کے لیے بڑی حد تک سہولیات کا نظام بنایا ہے۔

فیفا ورلڈ کپ (FIFA World Cup) کے متعلق حکومت کی دینی ذہنیت اور دینی مزاج

یہاں ۲۰۲۲ء میں ''فیفا ورلڈ کپ'' کا فنکشن ہوا، ایک بہت بڑی تعداد غیر مسلموں کی یہاں پہنچی تھی، اِس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان غیر مسلموں کے سامنے اچھے

انداز میں اسلام کا تعارف پیش کیا، اسلام کے متعلق اعتراضات کے اچھے انداز میں جوابات پیش کیے، اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دور کرنے کی کوششیں کی گئیں اور اس کے اچھے نتائج بھی سامنے آئے؛ گویا یہاں کی حکومت نے اس کھیل کود کے عنوان سے اشاعتِ اسلام ودفاعِ اسلام کا کام کیا۔

ورلڈکپ کی افتتاحی تقریب کا آغاز قرآنِ مجید کی تلاوت سے کیا گیا تھا جس میں انسانی وحدت اور حسنِ سلوک سے متعلق آیات شامل کی گئی تھیں: حالاں کہ اس پر بہت لوگوں کو اشکالات رہے۔

اسی طرح یہاں کے امیر سے عالمی پیمانے کے صحافیوں نے یہ سوال کیا کہ: اس ورلڈکپ کی نسبت سے ہم جنس پرست (سدومی مزاج کے) لوگوں کو بھی آنے کی اجازت ہوگی؟

انھوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ: یہ کھیل کود کا فنکشن ہے، ہر ایک آئے، کھیل کود کا مزہ اٹھائے، ہمارا ملک ہر ایک کا استقبال کرتا ہے؛ لیکن ہماری تہذیب اور ہمارے کلچر؛ یعنی اسلامی تہذیب اور اسلامی کلچر میں یہ چیز بری اور ممنوع ہے تو اسلامی قانون کا بھی سب لوگ احترام کرے؛ لہٰذا ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔

عالمی میڈیا نے اس کو بھی ایک بڑا سنگین مسئلہ (Issue) بنایا تھا۔

اسی طرح یہاں شراب کی خرید وفروخت کی عام اجازت نہیں ہے، کھلے عام خرید و فروخت قانوناً جرم ہے، فیفا ورلڈکپ کے موقع پر شراب کی عام اجازت نہیں دی تھی۔ غرض یہ ہے کہ جو اِس طرح کی دینی حمیت کی چیزیں تھیں، کھیل کود کے موقع پر بھی ان کا لحاظ کیا، یہ یہاں کی حکومت کی دینی ذہنیت واسلامی مزاج کی بات ہے۔

کام کے دن

یہاں یوم الاحد سے یوم الخمیس؛ یعنی اتوار سے جمعرات کے ایام کام کے دن ہیں اور جمعہ، سنیچر چھٹی کے دن ہیں۔ تعطیلات کے اِن دو دنوں کو دعوتی کام میں استعمال کر کے اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

’’قطرالخیریہ‘‘ تنظیم کا تعارف

’’قطرالخیریہ‘‘ قطر چیریٹی نامی یہاں ایک تنظیم ہے، اِس وقت شام میں جو مظلومین خیموں میں پناہ لیے ہوئے ہیں، یہ تنظیم اُن میں رفاہی کام انجام دیتی ہے، اسی طرح اس تنظیم کی طرف سے ان کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مکاتب و مدارس کا نظام بنایا ہے اور با قاعدہ تمام مساجد میں ان کے تعاون کی اپیل کی جاتی ہے، یہ بڑی اچھی بات ہے کہ مظلومین ومتاثرین کے تعاون اور اُن کی آبادکاری کے لیے اور اُن کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے نظام کی فکر کی جاتی ہے۔

قطری لوگوں کی مال داری

مولوی زکی سلمہ کے بہنوئی: بلال بھائی سیدات نے-جن کے یہاں میرا قیام رہا -ایک عجیب بات بتائی کہ: قطری لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت دولت دی ہے، قطری لوگوں میں عموماً مال داری پائی جاتی ہے، بعض لوگوں کے پاس تو بینک میں اِس قدر ریال ہوتے ہیں کہ لکھنا مشکل ہو جاتا ہے، لکھتے وقت عدد کے آگے والے صفر اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ ایک صفحہ پر عدد اور اس کے بعد صفر بڑھانا شروع ہوتے ہیں تو دوسرے صفحے تک چلے جاتے ہیں، اس قدر ان کے پاس دولت ہے۔

ایک ریال میں پانچ یا دس روٹی

یہاں ایک ریال میں چھوٹی سائز ہو تو دس روٹیاں اور اگر بڑی سائز ہو تو پانچ روٹیاں مل جاتی ہیں، یہ یہاں کی حکومت کی بڑی فیاضی کی بات ہے، حکومت نے روٹی کی قیمت پر کنٹرول رکھا ہے؛ تاکہ روٹی جیسی بنیادی چیز غریب انسان کو کم قیمت میں زیادہ مقدار میں مل جائے، یہ بڑا اچھا اقدام ہے۔

مسجد کے ذریعے تعاون کی ایک شکل

یہاں پر بعض مساجد میں فریج رکھے ہوئے ہیں، جس میں نمازی حضرات کے لیے عامتاً پانی کی بوتلیں رکھی ہوتی ہیں، کبھی کبھی اس فریج میں صاحبِ حیثیت حضرات کی طرف سے روٹی کے پیکٹ بھی رکھے جاتے ہیں اور دہی وغیرہ کی ڈبیاں بھی رکھتے ہیں؛ تاکہ مسجد میں آنے والا وہ طبقہ جو مالی حیثیت سے کمزور ہو؛ جیسے: ملازم، مزدور حضرات وغیرہ ان کا تعاون ہو جائے۔

ایک روٹی کے پیکٹ کے ذریعے دو یا تین دن کے کھانے کا انتظام ہو جاتا ہے۔

اِس کے علاوہ رمضان المبارک میں فریج میں پانی اور کھجوریں رکھی ہوئی ہوتی ہیں؛ تاکہ افطار میں سہولت رہے۔

اسی طرح بعض علاقوں میں گھروں کے باہر فریز رکھے ہوئے ہوتے ہیں جس میں روٹی کے پیکٹ، پانی کی بوتلیں، دہی اور لسی کی ڈبیاں، اور کھجوریں وغیرہ رکھی ہوئی ہوتی ہیں، جس کسی کو ضرورت ہوتی ہے وہ اس میں سے ضرورت کے بقدر لے جا سکتا ہے۔

حکومتی صندوق

یہاں ہم نے کچھ ایسے خدمتِ خلق کے کام دیکھے جن کو دوسری جگہ پر بھی اپنانا چاہیے، ان میں سے ایک ''حکومتی صندوق'' ہے۔

یہ صندوق حکومت کی طرف سے رکھے گئے ہیں، جن لوگوں کے پاس پرانے اور مستعمل کپڑے، پرانے جیکٹ، موزے وغیرہ زائد چیزیں ہوتی ہیں، وہ سب اِس صندوق میں ڈال دیتے ہیں، کھانے پینے کی چیزیں اور خراب ہونے والی چیزیں نہیں ڈالی جاتیں اور حکومت کی طرف سے ہر پندرہ بیس دن میں ایک گاڑی آتی ہے اور صندوق کا تالا کھول کر کے تمام جمع ہوئی چیزوں کو نکال کر لے جاتی ہے، پھر اس کی مرمت وغیرہ کا نظام بنا کر ملک و بیرون ملک کے ضرورت مندوں میں تقسیم کی جاتی ہیں، جیسے مثلاً کسی کے جوتے وغیرہ کی دوری (Laces) نہیں ہے اور کسی نے صندوق میں ڈال دیا ہے تو انتظامیہ اس کی اصلاح کر کے پہلے اس کو قابلِ استعمال بناتی ہے، پھر اسے ضرورت مند تک پہنچاتی ہے۔

یہ سلسلہ بہت ہی اچھا ہے اور ہر جگہ اِس طرح کا نظام بننا چاہیے؛ تاکہ صاحبِ حیثیت جمع کرانے والوں کو صدقہ کا ثواب مل جائے اور مستحقین تک یہ چیزیں آسانی کے ساتھ پہنچ جائے اور ان کا تعاون ہو جائے، اسلام نے بھی ہمیں اِس کی تعلیم دی ہے کہ جب نیا لباس اور کپڑا پہنو تو پرانا لباس اور کپڑا صدقہ کرو، حدیث میں ہے:

لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى الثَّوْبِ

الَّذِي أَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي أَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهِ، كَانَ فِي كَنَفِ اللهِ وَفِي حِفْظِ اللهِ وَفِي سَتْرِ اللهِ حَيًّا وَمَيِّتًا. (الترمذي:٣٥٦٠)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا پھر یہ دعا پڑھی: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي“ (تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جنھوں نے مجھے وہ کپڑا پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس سے زینت حاصل کرتا ہوں)، پھر انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے نیا کپڑا پہنا پھر یہ دعا پڑھی: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي“، پھر اس نے اپنا پرانا (اتارا ہوا) کپڑا لیا اور اسے صدقہ میں دے دیا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ میں رہے گا زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔

آج کل مسلمانوں کے گھروں میں بہت بڑی تعداد میں مستعمل کپڑے، پرانے بیگ، پرانے موزے، پرانے جیکٹ ایسے ہی رکھے ہوئے ہوتے ہیں اور ضائع ہو جاتے ہیں؛ لہٰذا ضائع کرنے کے بجائے ہمیں اِس طرح کا کوئی نظام بنانا چاہیے؛ تاکہ یہ چیزیں ضائع ہونے کے بجائے مستحقین تک پہنچ جائیں۔

انگلینڈ کی کارگزاری

انگلینڈ لیسٹر میں ہمارے دوست عابد بھائی ڈنگمار رہیں، جو ہمارے انگلینڈ کے سفر

کے میزبانوں میں سے ایک ہیں، وہ بھی ماشاءاللہ! اپنے یہاں مقیم ہمارے گجراتی احباب؛ خاص کر دمن کے گھرانوں سے ایسے پرانے کپڑے جمع کر کے انڈیا پارسل کے ذریعے بھیجتے ہیں اور وہ کپڑے اتنے بہترین اور قیمتی ہوتے ہیں کہ ان کپڑوں سے ہمارے نورانی مکاتب کے کئی غریب علمائے کرام کی شادیاں ہوئیں؛ یعنی ان علمائے کرام اور ان کی ہونے والی دلہن کے جوڑے اِس طرح کے مستعمل کپڑوں میں سے تیار ہو گئے۔

انگلینڈ میں ایک بہترین نظام

انگلینڈ کے ایک سفر میں مولانا اسحاق صاحب- کارگزار مہتمم: دارالعلوم لیسٹر- نے بتایا تھا کہ: وہاں ایک ایپ بنایا گیا ہے، جس میں جس کے گھر جو کھانا بچ جاتا ہے وہ لکھ دیتا ہے، اور اپنا موبائل نمبر اور گھر کا ایڈریس لکھ دیتا ہے، کم از کم آدھے گھنٹے میں کوئی مستحق آکر کھانا لے جاتا ہے، چوں کہ ان ملکوں میں دوسرے ملک سے اسٹوڈنٹ ویزا، جوب ویزا وغیرہ پر لوگ آتے ہیں اور ان کی آمدنی محدود ہوتی ہے، ان کے کھانے پینے کے مسائل ہوتے ہیں اس لیے وہ یہ کھانا لے جاتے ہیں۔

وہاں کے لوگ چاہے قلیل مقدار میں کھانا بچتا ہو اس کو نیٹ پر رکھ دیتے ہیں اور فوراً کوئی آکر لے جاتا ہے۔

اس سے اندازہ لگاؤ کہ اس وقت دنیا کے اندر کس طرح کھانے پینے کے مسائل ہیں، اور ہم ہمارے گھروں میں کھانا ضائع کرتے ہیں، ڈسبین میں چھوڑ دیتے ہیں، اس کے بجائے اس طرح کھانا تقسیم کرنے کا نظام ہو تو بہتر ہے۔

مجھے ایک مولوی صاحب نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی مسجد کے اندر ’’تبرک روٹی‘‘ کے عنوان سے ایک سلسلہ جاری کریں، مسجد میں ایک فریز رکھ دے اور بورڈ لگا دے کہ جس کے گھر میں کھانا بچا ہو اس کو فریز میں لاکر رکھ دے اور مستحقین سے کہہ دیا جائے کہ وہ یہاں سے کھانا لے جاوے تو اس طرح لوگوں کے گھروں کا بچا ہوا کھانا ضائع بھی نہیں ہوگا اور مستحقین تک پہنچ بھی جائے گا۔

پرانے برتنوں کے متعلق

ہمارے یہاں عامتاً گھروں میں پرانے برتنوں کو معمولی قیمت کے عوض کباڑی کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے بتلایا کہ: میرا یہ معمول ہے کہ گھروں سے پرانے برتنوں کو جمع کرکے مستحقین تک پہنچا دیتا ہوں؛ چناں چہ ان صاحب سے ہمارے کئی مؤذنینِ کرام اور مکاتب کے اساتذہ کے لیے کافی برتنوں کا انتظام ہوگیا، اسی طرح مسجد کے مطبخ اور مدرسے کے مطبخ کے لیے کافی برتن جمع ہوگئے۔

بہرحال! اِس طرح پرانی مستعمل چیزوں کو جمع کرکے صحیح جگہ پہنچانے کا نظام ہونا چاہیے، یہ بہت ہی اچھا اور قابلِ تقلید سلسلہ ہے، اسے ہر جگہ اپنانا چاہیے۔

دعوت وتبلیغ کے متعلق

ایک بڑی خوشی کی بات سننے اور دیکھنے کو ملی کہ یہاں دعوت وتبلیغ کے کام کی عام اجازت ہے، ماشاءاللہ! منظم طریقے پر دعوت وتبلیغ کا کام جاری ہے، مساجد میں جماعتوں کو قیام کرنے کی اجازت ہے، تبلیغی اعلان، گشت، تعلیم وغیرہ سب کی اجازت ہے، حکومت کی جانب سے مکمل انتظامات ہوتے ہیں، مرکز سے آنے والی جماعتوں

کے لیے ویزا کا اسپانسر ہوتا ہے، مرکز سے ہی ان کا پرچہ بنتا ہے، اس میں ساتھیوں کے نام ہوتے ہیں؛ تاکہ وہ کسی بھی مسجد میں جا کر قیام کرے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، قانونی گرفت اور پکڑ نہ ہو۔

یہ بڑی اچھی اور خوشی کی بات ہے کہ یہاں دیگر عرب ممالک کی طرح دعوت وتبلیغ پر کوئی پابندی نہیں؛ بلکہ حکومت کی طرف سے مکمل تعاون حاصل ہے؛ حالاں کہ یہاں قطر سے متصل سعودی ملک میں دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں جو خیالات وافکار ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں۔

مرکز ابوہریرہ اینڈسٹریل ایریہ (Industrial Area)-جس کو ''صناعیہ'' بھی کہتے ہیں- یہاں کا اصل دعوت وتبلیغ کا قدیم مرکز مانا جاتا ہے۔

شیخ فہد کا تعارف

''شیخ فہد'' قطر کے موجودہ امیر ''شیخ تمیم'' کے بھائی ہے، ان کو دعوت وتبلیغ کی محنت سے بڑی انسیت ہے؛ یہاں تک کہ بیرون ممالک سے تبلیغ کی نسبت پر جو بھی اکابرین یہاں تشریف لاتے ہیں سب سے پہلے اِن ہی کی طرف سے دعوتِ ضیافت ہوتی ہے۔

ان کی تواضع، عاجزی اور انکساری کے متعلق بہت کچھ سنا، ان کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ ان کے پاس دو پاسپورٹ ہیں:

ایک ڈپلومیٹک (Diplomatic) پاسپورٹ جو کہ ہر شاہی خاندان کے فرد کے پاس ہوتا ہے۔

دوسرا وہ پاسپورٹ جو ملک کے ہر عام شہری کے پاس ہوتا ہے۔ جب بھی دعوت و تبلیغ کی نسبت سے کسی جگہ جانا ہوتا ہے تو عام شہری والا پاسپورٹ استعمال کرتے ہیں۔ تواضع اتنی ہے کہ دعوت وتبلیغ کی نسبت سے کہیں جاتے ہیں تو اپنا شاہی تعارف تک نہیں کرواتے ، کبھی کبھی ان کے ساتھ ایک عام انسان سا سلوک ہوتا ہے؛ لیکن اس کو بھی خوشی خوشی برداشت کر لیتے ہیں۔ دعوت وتبلیغ کی نسبت سے جب بھی نکلتے ہیں تو کھانے وغیرہ کی ہر خدمت خوشی خوشی انجام دیتے ہیں، ہمارے یہاں بھارت بھی تشریف لا چکے ہیں، ان ہی کی فکروں کا نتیجہ ہے کہ قطر جیسے ملک میں دعوت وتبلیغ کے کام کی عام اجازت ہے۔

بہر حال! آج کے اِس دور میں شاہی خاندانوں میں ایسے فرد ملتے ہیں جو حضرت اورنگزیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کرواتے ہیں۔

مکاتب کا نظام

بہت افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ یہاں مکاتب کا باقاعدہ کوئی نظام نہیں ہے، یہاں کی اسکولوں میں ’’تربیۃ الاسلامیہ‘‘ کے نام سے ایک گھنٹہ ہوتا ہے، جس میں مکتب کی کچھ بنیادی باتیں پڑھائی جاتی ہیں اور کچھ مسنون دعائیں سکھائی جاتی ہیں۔

موجودہ دور میں مکاتب کی اہمیت

موجودہ زمانہ فتنوں کا زمانہ ہے، فتنوں سے نئی نسل کی حفاظت وقت کی بڑی ضرورت ہے، ایسے وقت میں دینی تعلیم وتربیت کی ضرورت بہت زیادہ ہے؛ اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو بچے اسکول میں پڑھتے ہیں ان کے لیے صبح اور شام کے وقت دینی تعلیم کا

انتظام کیا جائے۔

دنیا میں اگر مسلمانوں کو ایمان اور اسلام کے ساتھ قائم اور باقی رکھنا ہے تو اس کا بہترین ذریعہ مکتب اور مدرسہ ہے جہاں صحیح تعلیم اور صحیح تربیت ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

''اگر مکاتب اور مدارس میں صحیح طریقے سے تعلیم وتربیت کا نظام قائم ہوگا تو امّت کے ایمان اور اسلام کو باقی رکھنے کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے؛ ورنہ امّت گمراہیوں میں مبتلا ہوجائے گی''۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ - جو بہت بڑے مفسر ہیں- فرماتے ہیں کہ:

قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے اور مکتب کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد بچہ سب کچھ ہوسکتا ہے؛ لیکن کافر نہیں ہوسکتا۔

یعنی جو بچہ مکتب کی اچھی تعلیم وتربیت حاصل کرلے اس کے بعد اگر وہ دنیا کے گمراہی والے ماحول میں بھی چلا جائے تو بھی ان شاء اللہ! وہ کافر اور مرتد نہیں ہوگا؛ بلکہ ایمان اور اسلام پر باقی رہے گا، معلوم ہوا کہ ہمارے بچوں اور بچیوں اور ہماری نسلوں میں ایمان اور اسلام کو باقی رکھنے کا بہترین ذریعہ مکتب اور مدرسے کی تعلیم ہے۔(از: بیاناتِ مکاتب، ج:۱،ص:۹۱/۹۰)

مکتب میں پڑھنے کی برکت سے اولاد کے ایمان کی حفاظت

یہ جو ہمارے محلّے اور گاؤں میں چھوٹے چھوٹے مدرسے ہوتے ہیں جس میں بچے آنے جانے کے ساتھ (اَپ ڈاؤن کرکے) پڑھتے ہیں، یہ بہت اہم، قیمتی اور ضروری

ہیں، اگر یہ بچے مکتب و مدرسے میں جا کر دین کی تعلیم حاصل کرلیں گے، اپنے عقیدے ٹھیک کرلیں گے، اسلامی عقیدے سیکھ لیں گے، اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوجائے گی، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت ہوجائے گی، قرآنِ پاک کی تعلیم ہوجائے گی، دین کی پرائمری، بنیادی اور ضروری تعلیم ان کو مل جائے گی تو ان شاء اللہ! ان بچوں کا ایمان محفوظ ہوجائے گا اور ان شاء اللہ! یہ کبھی بھی مرتد نہیں بنیں گے۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے اسپین سے لوٹنے کے بعد اپنے جذبات کو جس انداز سے پیش کیا تھا وہ ہر مسلمان کے لیے دعوتِ فکر و عمل ہے، فرمایا کہ:

اِن مکاتب کو اسی حال میں رہنے دو، غریب مسلمان کے بچوں کو اِن میں پڑھنے دو، اگر یہ مُلّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ وہی ہوگا جو کچھ میں اندلس میں دیکھ کر آیا ہوں، جہاں مسلمانوں کی تقریباً ساڑھے آٹھ سو سالہ حکومت ہونے کے باوجود آج کھنڈرات اور بوسیدہ عمارتوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اگر اپنا انجام اِس طرح نہیں چاہتے تو پھر مکاتب کو اپنی حالت پر آباد رکھو۔

لہٰذا ہر ہر محلے اور ہر ہر مسجد میں منظم، مضبوط اور مؤثر مکتب کے قیام کی کوشش کرنی چاہیے؛ تاکہ ہماری آنے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت ہو۔

نوٹ: مکاتب کے سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے بندے کی کتاب ’’بیاناتِ مکاتب‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

شعبۂ تحفیظ القرآن

یہاں بہت سی مساجد میں ’’تحفیظ القرآن‘‘ نامی شعبے قائم ہیں، جس کے تحت حفظ

کلاسیس چلتی ہیں، ماشاءاللہ! ایک بڑی تعداد میں یہاں بچے اسکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظ کلاس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، تعلیمی وقت عصر سے عشا تک کا ہے، افسوس اِس بات پر ہے کہ اس شعبے کے تحت تعلیم حاصل کرنے والے مقامی قطری عربی بچے بہت ہی کم تعداد میں ہیں، زیادہ تر وہ طلبہ اور بچے ہیں جو مقامی نہیں ہیں، دیگر ممالک سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کا انگلینڈ چھوڑ کر گلف (gulf) ممالک میں منتقل ہونے کی وجوہات

جیسا کہ پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ عزیزِ مکرم مولوی زکی سلمہ اپنے چند رفقا کے ساتھ جس جگہ قرآنِ مجید کی تراویح سنا رہے تھے، یہ درحقیقت ڈاکٹر عبداللہ اسحاق جی صاحب- جو انگلینڈ سے آکر قطر میں مقیم ہوئے ہیں اور اصلاً گجرات راندیر کے تھے، ان- کے مکان پر یہ تراویح کا سلسلہ تھا، وہیں کل رات الحمدللہ! ختمِ قرآن کے بعد دعا ہوئی، کچھ سنتوں کے مذاکرے کیے۔

ایک لمبے عرصے سے میرے ذہن میں ایک سوال گردش کر رہا تھا، انگلینڈ وغیرہ ممالک سے ہمارے بہت سے مسلمان؛ خصوصاً ہمارے گجراتی مسلمان اس وقت گلف (gulf) ممالک: جیسے دبئی، شارجہ، ابوظبی، جدہ، قطر آرہے ہیں، انگلینڈ چھوڑ کر ان ممالک میں منتقل ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آج موقع ملا تو میں نے ڈاکٹر عبداللہ صاحب سے اس کے متعلق سوال کیا؟ ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) یہاں مشاہرہ اور تنخواہ یورپی ممالک کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

(۲) یہاں ٹیکس بالکل نہیں ہے؛ جب کہ یورپی ممالک میں کافی مقدار میں ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

(۳) یورپی ممالک میں کام کا وقت زیادہ ہے، مشغولی زیادہ رہتی ہے؛ جب کہ یہاں دوپہر تین بجے فارغ ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اپنے اہل وعیال کے لیے کافی وقت ملتا ہے اور ایک مسلمان کے لیے بہت ضروری بھی ہے کہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت فارغ کرے۔

بہت افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں میں اِس اعتبار سے بہت غفلت ہے، بہت سے گھرانوں کا نظام یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کے لیے وقت فارغ نہیں کرتے، صبح جب بچے سوئے ہوئے ہوتے ہیں تب کام وغیرہ کے لیے نکل جاتے ہیں اور دیر رات واپس آتے ہیں، اس کی وجہ سے اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت نہیں ہو پاتی۔

بہر حال! یہاں کی معاشی ترقی، سروس کم اور تنخواہ زیادہ اور ماحول خوش گوار ہونے کی وجہ سے لوگ یورپی ممالک سے یہاں منتقل ہو رہے ہیں اور صرف مسلمان ہی نہیں؛ بلکہ یورپ کے بہت سے گورے بھی یہاں گلف اور عرب ممالک میں منتقل ہو رہے ہیں۔

خلیجی (گلف) ممالک کے اسکول کا نظام

اسی طرح یہاں کی اسکولوں اور یورپی ممالک کے اسکولوں کے نصاب میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ یورپی ممالک کے اسکولوں میں جنسیات، شہوانیت اور سیکس وغیرہ کی معلومات؛ بلکہ عملی طور پر اس کی تعلیم دی جاتی ہے، جب کہ یہاں کی اسکولوں میں ایسا بالکل نہیں ہے، جس سے بچوں کی بڑی حد تک حفاظت ہوتی ہے، یہاں برٹش اسکولیں

بھی ہیں؛ مگر جنسیات وسدومیت کی تعلیم سے پاک ہیں۔

شوقیہ پرندے پالنا

یہاں کے لوگ صَقر (falcon) پرندے کے پالنے کے بہت شوقین ہیں، یہ پرندہ بہت ہی مہنگا ہوتا ہے، ہمارے یہاں کے کروڑ روپیے کے برابر اس کی قیمت ہوتی ہے، اس کی اڑان کے مسابقے ہوتے ہیں، اسی طرح اس پرندے کو شکار کی تعلیم (Training) دیتے ہیں، پھر اس کو خرگوش، کبوتر، چڑیا، فاختہ وغیرہ پر شکار کے لیے چھوڑتے ہیں، بہت سے مالک تو پہلے خرگوش، کبوتر وغیرہ چھوڑتے ہیں، پھر اسی کے شکار کے لیے اس پرندے کو چھوڑتے ہیں، اس طرح پرندوں کو شکار کی تعلیم (Training) دے کر شکار کے لیے چھوڑنا، کتابوں میں مسائل تو پڑھتے آئے ہیں؛ مگر عملاً ہوتا ہوا پہلی مرتبہ سننے کو ملا، قرآنِ مجید میں اس کا تذکرہ ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴ (المائدۃ)

ترجمہ: وہ لوگ تم سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیزیں ان کے لیے حلال کی گئی ہیں؟ تو (جواب میں) کہو: تمام پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے شکار پر دوڑانے کو سَدھالیا ہو جب کہ تم نے ان کو وہ طریقے سکھلائے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھائے ہیں، وہ (شکاری جانور) جس (جانور) کو (شکار کر کے) تمھارے لیے پکڑ رکھیں تو اس میں سے تم کھاؤ اور اس (شکاری جانور کو دوڑاتے

وقت اس) پر تم اللہ کا نام پڑھ لیا کرو، اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔

فائدہ: یہاں خاص طور پر مراد کتے ، باز اور اِن جیسے جانور جن کو شکار کی تعلیم دی گئی ہے اور وہ شکار کر لاویں تو شکار کیے ہوئے جانور- آیت میں جن شرائط کی طرف اشارہ ہے ان کی رعایت کے ساتھ- حلال ہیں، وہ شرائط یہ ہیں:

(١) کتا یا باز سکھایا ہوا ہو، جس کی ایک علامت یہ ہے کہ جب کتا شکار کرے تو اسے خود نہ کھاوے اور باز کو جب بلاؤ تو فوراً آ جاوے۔

(٢) اپنے ارادے سے کتے یا باز کو شکار کے پیچھے چھوڑنا؛ یعنی وہ خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر شکار نہ کرے۔

(٣) شکاری جانور شکار خود نہ کھاوے؛ بلکہ مالک کے پاس لے آوے۔

(٤) بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے۔

شکاری کتے کے متعلق ''مُعَلَّم'' یعنی تعلیم یافتہ ہونا ضروری قرار دیا گیا؛ لیکن کس طریقے سے شکاری جانور کو تعلیم دی جائے اس کا کوئی طریقہ شریعتِ مطہرہ نے متعین نہیں کیا؛ البتہ تعلیم مکمل ہو چکنے کی علامات بتائی گئیں کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف کام کرے، مثلاً: کتے کی فطرت ہے چیر پھاڑ وغیرہ؛ تو جو کتا شکار کرنے کے بعد خود نہ کھاوے، مالک کو لا کر حوالے کر دیوے؛ گویا اس نے اپنی فطرت کے خلاف کام کیا۔ بعض پرندوں کے مزاج میں دوڑنا اور اڑنا ہے، اب اگر وہ مالک کے بلانے پر خود خوشی سے آ جاوے تو گویا اُس نے اپنی فطرت کے خلاف کیا، یہ تعلیم کی تکمیل کی علامت قرار دی گئی۔ (از: تیسیر القرآن)

غرض یہ کہ اس پرندے کے ذریعے یہاں کے لوگ تفریح اور موج مزے اڑاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت میں اسراف کی شکل ہے۔

یہاں اس پرندے کے بڑے عالی شان ہسپتال موجود ہیں، جن میں اعلیٰ قسم کا علاج ومعالجہ ہوتا ہے، جیسے ہمارے یہاں بڑے ہسپتال میں کبھی کبھی مریضوں کو ویٹنگ میں رہنا پڑتا ہے، اسی طرح یہاں بعض مرتبہ ہسپتال میں ان پرندوں کا ویٹنگ ہوتا ہے۔

دیہاتی لوگوں کا مزاج

محترم ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے یہاں کے دیہاتی اور بدوی لوگوں کے متعلق بتایا کہ: آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی بہت سے دیہاتی ایسے ہیں کہ وہ ابھی بھی اپنی ہی دنیا میں مست ہیں، جدید اور ترقی یافتہ دنیا کی چیزوں سے کوئی واقفیت نہیں، بیماری کی وجہ سے جب وہ ہسپتال آتے ہیں تو ان کا انداز، طور وطریق اور رہن سہن بالکل بدویانہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اِس بات پر میرے دل میں یہ بات آئی کہ: جب آج کے زمانے کے بدوؤں کا یہ حال ہے تو ساڑھے چودہ سو سال پہلے بدو اور اُمی لوگوں کا مزاج اور حال کیسا ہوگا؟ اور ایسے بدو اور اُمی لوگوں میں آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کیسے ایمان کی دعوت دی ہوگی؟ اور ان کو اخلاق اور ایمان واسلام سے مزین کر کے انسانیت کے چمک دار ستارے کیسے بنائے ہوں گے؟

حقیقت ہے جو اکبرؔ مرحوم نے فرمایا:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے	کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

قرآنِ مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہی مضمون بیان فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۲ (الجمعة)

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) ہیں جنھوں نے (عرب کے) امی (یعنی ان پڑھ) لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس (اللہ تعالیٰ کے قرآن) کی آیتیں ان کے سامنے پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاکیزہ بناتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھلاتے ہیں؛ اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

یعنی ایسے امی، ان پڑھ اور بدو لوگوں کو انسانیت کے رہنما اور رہبر بنا دینا، یہ ہے خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال!!

اہلِ علم کے لیے ایک افسوس ناک بات

بہت سے ہمارے جید الاستعداد اہلِ علم ملازمت کی نسبت سے یہاں قطر اور دیگر عرب ممالک میں آئے ہیں، علمی قابلیت واستعداد کی وجہ سے ان کو بہت ہی اچھی ملازمت ملی، معیاری اور بڑی تنخواہ والی پوسٹ ملی، جس سے ان کا معیارِ زندگی بہت ہی اچھا ہو گیا؛ لیکن بہت ہی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ان کی علمی و دینی صلاحیت و استعداد سے لوگوں کو جو فیض پہنچنا چاہیے وہ نہیں پہنچ سکا؛ بلکہ سرکاری دفاتر وغیرہ کی ملازمت کی وجہ سے بہت سے اہلِ علم کا جو تشخص، حلیہ، وضع قطع اور طرزِ زندگی ہونا چاہیے وہ بھی باقی نہیں رہا ہے، دوسرے ماحول میں رنگ گئے ہیں، ان کی ذہنیت، سوچ، ظاہری وضع قطع اور ان کا طرزِ زندگی دوسری طرح کا ہو گیا ہے، عالمِ اسلام کے داعیٔ کبیر: حضرت مولانا

عمر صاحب پالنپوری -رحمہ اللہ علیہ- کے بقول:

یہ عربی جبہ ”عربی“ تو ہے؛مگر یہ اسلامی لباس اور اسلامی جبہ نہیں ہے۔

بہر حال! ایک عالمِ دین جہاں بھی رہے، جس شعبے سے بھی منسلک ہو، اسے اسلامی وضع قطع اور دینی طرزِ زندگی اپنانا چاہیے اور اپنی علمی صلاحیت و استعداد کے ذریعے کسی بھی طرح عوام الناس کو دینی و علمی فائدہ پہچانا چاہیے۔

اب یہاں سے ترتیب وار سفر کی کارگزاری پیش کی جاتی ہے۔

۲۱/رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ
مطابق ۳۱/مارچ ۲۰۲۴ء بہ روز اتوار

آج نمازِ فجر کے بعد مختصر آرام کر کے مولوی علقمہ و مولوی زکی کے ساتھ یہاں کے ایک میوزیم (Museum of Islamic Art) گئے، وہاں سے نمازِ ظہر کے وقت واپس آئے، ظہر کی نماز مولوی علقمہ کے ساتھ ان ہی کی مسجد میں ادا کی۔

ظہر کی نماز کے بعد ایک اور میوزیم (National museum of Qatar) جانا تھا، ڈاکٹر عبداللہ اسحاق جی بھی تشریف لاچکے تھے؛ چناں چہ ہم سب میوزیم کے لیے روانہ ہوئے۔

سمندر کے درمیان میوزیم

یہ میوزیم (Museum of Islamic Art) سمندر کے پانی کے بیچوں بیچ بنایا گیا ہے، چاروں طرف پانی پانی ہے، یہ فنِ تعمیر کا ایک عجوبہ ہے۔

اِس میوزیم میں مختلف فنون کی مختلف موضوعات پر کتابیں موجود ہیں، ایک کتاب

پر نظر پڑی جو درختوں کے خواص کے موضوع پر تھی، حروفِ ابجد، رقم اور کتابت کے فن پر، صوتیات، فلکیات، تقویم، گھڑی کی ایجاد وغیرہ وغیرہ پر مختلف کتابیں اور نمائشیں تھیں۔

ان کتابوں کو دیکھ کر یہ خیال آتا ہے کہ ہمارے متقدمین نے علم وفن کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں کوئی تصنیف یا تالیف نہ ہو۔

تصویر والی رامائن

اِس میوزیم میں فارسی زبان میں مصور رامائن کا نسخہ موجود ہے، یہ قلمی نسخہ ہے، سنہری روشنائی (Golden Ink) سے لکھا گیا ہے، اور یہ غیر منقسم ہندوستان کے لاہور میں تیار کیا گیا ہے، اس پر ''۱۶/مئی ۱۵۹۴ء مطابق: ۲۵/شعبان ۱۰۰۲ھ'' لکھا ہوا ہے۔ اِس سے اندازہ لگاؤ کہ مغل حکمرانوں نے ہندو مذہب کی کتابوں کی کس قدر حفاظت کی؛ یہاں تک کہ انھوں نے اس کے فارسی تراجم بھی کروائے، یہ اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے، پھر ان پر کیسے یہ الزام لگایا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ متعصب اور دشمن تھے۔

''المدینۃ التعلیمیۃ'' (Education city)
مسجد جامع منارتین

میوزیم سے واپسی کے بعد ہم لوگ ''مسجد المدینۃ التعلیمیۃ'' گئے، یہاں ایک عجیب وغریب مسجد دیکھی، اس مسجد کا نام ''مسجد جامع منارتین'' ہے، اس کا دوسرا نام ''مسجد المدینۃ التعلیمیۃ'' (Education city) ہے، اس مسجد میں پانچ بڑے مضبوط ستون ہیں، ہر ستون پر اسلام کے پانچوں ارکان کے متعلق آیات لکھی ہوئی ہیں:

(۱) توحید کے متعلق آیت:

فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰٮكُمۡ.

ترجمہ: (لہٰذا (اے نبی!) تم (پورا) یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سِوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنی (کچھ ظاہری) خطاؤں پر معافی مانگتے رہو اور سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کے لیے بھی (معافی مانگا کرو) اور اللہ تعالیٰ تمھارے آنے جانے کو اور تمھارے آخری ٹھکانے کو جانتے ہیں)

(۲) نماز کے متعلق آیت:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: (یقینی بات ہے کہ نماز معیّن وقت (کی پابندی) کے ساتھ ایمان والوں پر فرض ہے)

(۳) روزے کے متعلق آیت:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡکُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَۙ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ: (اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے (پچھلی امت کے) لوگوں پر فرض کیے گئے تھے؛ تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ)

(۴) زکوۃ کے متعلق آیت:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: (اے نبی!) تم ان کے مالوں میں سے صدقہ وصول کرو، جس کے ذریعے تم ان کو پاک اور صاف کردو اور (صدقہ لیتے وقت) تم ان کے لیے (برکت کی) دعا کردو، یقیناً تمھاری دعا ان کے لیے سکون کا ذریعہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہر بات اچھی طرح سنتے ہیں اور بڑے جاننے والے ہیں)

(۵) حج کے متعلق آیت:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

ترجمہ: (اور جو بھی اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے اس (گھر) کا حج کرنا (فرض) ہے)

قطر نیشنل لائبریری (Qatar National library)

المدينة التعليمية (Education city) میں ہی ایک وسیع وعریض کتب خانہ (Qatar National library) کے نام سے موسوم ہے۔

مسجدِ منارتین میں عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم ''قطر نیشنل لائبریری'' کی زیارت کی غرض سے گئے؛ مگر چوں کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا تو شام ۴؍بجے لائبریری بند ہو جاتی ہے، باقی عام ایام میں جمعہ کے علاوہ روزانہ صبح آٹھ بجے سے رات آٹھ بجے تک یہ کتب خانہ کھلا رہتا ہے، اور جمعہ کے روز شام چار بجے سے رات آٹھ بجے تک کا وقت ہوتا ہے۔

یہ کتب خانہ قطر کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے، اس میں ایک ملین سے زائد کتابیں مختلف علوم وفنون میں اور مختلف زبانوں میں موجود ہیں، قرآنِ کریم کے نسخے،

تفاسیر، احادیثِ مبارکہ کی بے شمار کتابیں اور اصولِ احادیث کے علاوہ دینی وعصری علوم کا ایک عظیم ذخیرہ اس کتب خانہ میں موجود ہے، اور مطالعہ کے لیے بہترین نشست گاہیں بنائی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ اس کتب خانہ میں ایک بہت بڑا شعبہ صرف چھوٹے بچوں کے لیے بنایا گیا ہے اس شعبہ میں بچوں کے دلوں کو لبھانے والی طرح طرح کی کتابیں مختلف زبانوں میں موجود ہیں، اور اس کے علاوہ کتب خانہ میں ۲۰۰ ر سے زائد کمپیوٹرز ہیں جن کو ہر کوئی استعمال کر کے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اس کتب خانہ کی ایک مزید خصوصیت یہ ہے کہ اگر ہمیں مطالعہ کی غرض سے کتابیں اپنے گھر لے جانا ہو تو ایک مرتبہ ہمیں اس کتب خانہ کے دفتر میں ہماری تسجیل (Rajistration) کرنی ہوتی ہے، اور یہ تسجیل بھی اور اس کے بعد آئندہ جب بھی کوئی کتاب لینی ہو وہ ساری چیزیں مکمل طور پر مفت اور فری ہے، اس کے بعد کتب خانے کے انتظامیہ کی طرف سے ہمیں ایک بطاقہ (Card) دیا جاتا ہے، اب ہمیں آئندہ جب بھی کتاب لے جانا ہو تو فقط کارڈ کا استعمال کر کے ہم کتاب کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں، اور زیادہ سے زیادہ ۲۱ ر دنوں تک ہم کتابوں کو اپنے قبضے میں رکھ کر استفادہ کر سکتے ہیں، ۲۱ ر دنوں بعد بھی اگر ہم نے کتابیں جمع نہیں کروائی تو کتابوں کی واپسی کے ساتھ کچھ جرمانہ بھی ادا کرنا ہوتا ہے۔

اس سال ۲۰۲۵ء میں کتب خانے کا اقدام یہ ہے کہ جس طرح مولس (Malls) اور ایرپورٹس (Airports) اور دیگر عوامی جگہوں پر جہاں ٹھنڈے مشروبات اور قسم قسم کی چیزیں بیچنے کے لیے (Cooling Freezer) نصب کیے ہوتے ہیں اسی

طرح کتب خانے نے ''الخور'' کے ایک مول میں اس طرح کا ایک شیشے (کانچ) سے بنا ہوا کتابوں سے بھرپور ایک کباٹ نصب کیا، اب جس کسی کو اگر اس میں سے کوئی کتاب چاہیے تو وہ وہیں سے اس کو نکال سکتا ہے۔

اسی طرح اس کتب خانہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہاں ایک بڑا ہال (قاعة الإحتفالات) ہے، جس میں مختلف عنوانات پر سمینار وغیرہ ہوتے ہیں، اور اس کے علاوہ مردوں اور عورتوں کی نماز کی ادائیگی کے لیے وسیع عبادت خانے بھی ہیں اور پورے کتب خانے میں چاروں طرف مائک لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے جب بھی اذان ہوتی ہے تو کتب خانہ میں بیٹھا ہر شخص اسے سن کر نماز کی طرف متوجہ ہو سکے۔

انسانی تخلیق کے مراحل کے مجسمے

مدینہ تعلیمیہ ایجوکیشن سٹی کے باہر نطفہ سے لے کر بچے کی پیدائش تک کے تمام مراحل کو مجسم شکل میں بنایا گیا ہے، جس میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾

ترجمہ: پھر ہم نے منی کے قطرے سے جما ہوا خون بنایا، پھر جمے ہوئے خون سے ہم نے گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم نے گوشت کے لوتھڑے میں سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں کے اوپر گوشت چڑھا دیا، پھر (ان تمام تبدیلیوں کے بعد) ہم نے اس کو ایک دوسری (نئی) شکل (وصورت) میں اٹھ کھڑا کر دیا، سو بڑی شان ہے اللہ تعالیٰ کی جو سب بنانے والوں میں سب سے اچھے بنانے والے ہیں۔ (سورۂ مؤمنون)

حدیقۃ القرآن

مسجد جامع مینارتین کے باہر ایک بہت شاندار پارک بنایا ہے، اس پارک کی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں جتنے بھی درخت اور پودوں کا تذکرہ ہے، وہ تمام درخت اور پودے اِس پارک میں لگائے ہیں اور ہر درخت اور پودے کے ساتھ ایک بورڈ لگا ہوا ہے جس پر اس کے متعلق قرآنِ مجید کی آیت یا باحوالہ حدیث شریف اور اس کا تعارف لکھا گیا ہے، اِس پارک کا نام ہی ''حدیقۃ القرآن'' ہے، بڑا ہی زبردست کام کیا ہے، ایسا عجیب وغریب کام پہلی مرتبہ دیکھا، یہ باغ دنیا کا پہلا ایسا باغ ہے جس میں قرآنِ کریم میں ذکر کیے گئے تقریباً ساٹھ سے زیادہ پودوں، درختوں اور بیجوں کو ایک جگہ اگایا گیا ہے، آپ کے سامنے یہ نمونے ہیں:

(۱) الأَرْزَۃُ (صنوبر کا درخت):

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی مثال تروتازہ کھیتی جیسی ہے، ہوا اسے موڑ دیتی ہے، ایک مرتبہ زمین پر لٹا دیتی ہے اور دوسری مرتبہ اسے سیدھا کریتی ہے، یہاں تک کہ وہ پیلا ہوکر خشک ہوجاتا ہے اور کافر کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے جو اپنی جڑوں پر تن کر کھڑا ہوتا ہے، اسے کوئی چیز جھکا نہیں سکتی؛ یہاں تک کہ اس کا اکھڑ کر گرنا ایک ہی بار ہوتا ہے۔ (مسلم شریف: ۲۸۱۰)

وضاحت: مؤمن بیماریوں میں اور حالات میں زیادہ مبتلا کیا جاتا ہے؛ کیوں کہ اس کے ساتھ اللہ کو خیر منظور ہوتی ہے؛ اس لیے اس کو احوال پیش آتے ہیں اور یہ احوال پچھلے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں اور آئندہ کے لیے عبرت کا سامان بنتے ہیں اور کافر اکثر

تندرست رہتا ہے، پھر جب وقت آتا ہے تو موت اس کو دبوچ لیتی ہے اور اس کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیتی۔ (ماخوذ از تحفۃ القاری: ۱۰/ ۷۸ ۴)

(۲) الکافور (ایک خوشبودار درخت):

آیت: إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ﴿٥﴾ (الدھر)

ترجمہ: البتہ (جو) نیک لوگ (ہیں وہ) ایسے جام سے (پینے کی چیزیں) پیویں گے جس میں کافور ملی ہوئی ہوگی۔

حدیث: حضرت ام عطیہ انصاری رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی (زینب یا ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملالو اور آخر میں کافور یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا استعمال کرلینا اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے خبر دے دینا؛ چنانچہ ہم نے جب غسل دے دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ: اسے ان کی قمیص بنادو۔ (بخاری شریف: ۱۲۵۳)

(۳) الحِناءُ (مہندی):

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین چیز جس سے یہ سفید بال رنگے جاتے ہیں مہندی اور کتم ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۰۵)

(۴) الزیتون (Olive tree):

آیت: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۵﴾ (النور:۳۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو آسمانوں اور زمین کے نور ہیں، ان (اللہ تعالیٰ) کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک طاقچہ ہو (اور) جس میں چراغ ہو، چراغ شیشے کے اندر ہو، شیشہ ایسا ہو جیسے ایک ستارہ موتی کی طرح چمکتا ہوا، وہ چراغ برکت والے درخت زیتون (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے، جو (درخت صرف) مشرق کے رخ پر بھی نہ ہو اور مغرب کے رخ پر بھی نہ ہو ایسا لگتا ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشنی دے دیوے، چاہے اس کو آگ بھی نہ لگی ہو (اگر آگ بھی لگا دی جاوے تو) روشنی پر روشنی ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے نور تک پہنچا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے فائدے کے لیے مثالیں بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے جسم پر لگاؤ؛ کیونکہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے۔ (ترمذی شریف:۱۸۵۱)

(۵) اَلشَّعِیْر (شعیر ایک قسم کا اناج ہے جو گیہوں کی طرح ہوتا ہے):

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ (صدقۂ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دی تھی۔ غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ نماز (عید)

کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے۔ (بخاری شریف: ۱۵۰۳)

(٦) الجلیل - الثُّمَام (ایک قسم کی گھاس ہے جو عرب ممالک میں پائی جاتی ہے اور اونٹوں کے لیے چارے کے طور پر استعمال ہوتی ہے):

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں ان کے پاس (عیادت کے لیے) گئی اور پوچھا: محترم والد بزرگوار! آپ کا مزاج کیسا ہے؟

حضرت بلال سے بھی پوچھا کہ: آپ کا کیا حال ہے؟

بیان کیا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بخار ہوا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

''ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے اور موت اس کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب افاقہ ہوتا تو یہ شعر پڑھتے تھے:

''کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا پھر ایک رات وادی میں گزار سکوں گا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل (مکہ مکرمہ کی گھاس) کے جنگل ہوں گے اور کیا میں کبھی مجنہ (مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک بازار) کے پانی پر اتروں گا اور کیا پھر کبھی شامہ اور طفیل (مکہ کے قریب دو پہاڑوں) کو میں اپنے سامنے دیکھ سکوں گا۔''

حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو اس کی اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: اے اللہ! ہمارے

دل میں مدینہ کی محبت بھی اتنی ہی کر دیجیے جتنی مکہ کی محبت ہے؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و ہوا کو ہمارے موافق کر دیجیے اور ہمارے لیے اس کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما دیجیے، اللہ اس کا بخار کہیں اور جگہ منتقل کر دیجیے، اسے مقام جحفہ میں بھیج دیجیے۔ (بخاری شریف: ۵۶۵۴)

(۷) اَلْحَبَّةُ السَّوْدَاء (کلونجی):

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: سیاہ دانوں میں ہر بیماری سے شفا ہے سوائے سام کے۔ ابن شہاب نے کہا کہ: سام موت ہے اور کالا دانہ کلونجی کو کہتے ہیں۔ (بخاری شریف: ۵۶۸۸)

(۸) السَّنُوْت (سونف):

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ تمھیں کمزور دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: میں نے ایک دوا پی ہے؛ تاکہ مجھے دست آئے (قبض ختم ہو)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: شُبرم (ایک قسم کا پودا)۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھیں شبرم سے کیا واسطہ؟ یہ گرم اور سخت ہے، تمھیں سَنا اور سَنوت (دو جڑی بوٹیاں) استعمال کرنی چاہیے، ان میں ہر مرض کا علاج ہے سوائے موت کے۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ جلد: ۴، الطب والعیادۃ)

(۹) الصَّبِر (ایلوا):

حضرت عمر بن عبید اللہ بن معمرؒ کی آنکھیں دکھنے لگیں، وہ احرام کی حالت میں تھے، انھوں نے ابان بن عثمان سے مسئلہ پوچھا: تو انھوں نے کہا: ان میں ایلوے کا لیپ کرلو؛

کیوں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اس کا ذکر کرتے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کررہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان پر ایلوے کا لیپ کرلو۔
(ترمذی شریف: ۹۵۲)

(۱۰) التِّین (انجیر کا درخت):

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ ۝۱ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ ۝۲ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ ۝۳ (التین)

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں انجیر کی اور زیتون کی ﴿۱﴾ اور طور (پہاڑ جو) سینا (کے صحراء میں ہے اس) کی ﴿۲﴾ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی۔

(۱۱) اَلْاُتْرُج (نارنگی جیسا ایک پھل):

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اس مؤمن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو سنگترے جیسی ہے جس کی خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور مزہ بھی پاکیزہ ہے۔ (بخاری شریف: ۵۴۲۷)

(۱۲) اَلْعُصْفُر (کسم رزعفران):

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''مفدم'' سے منع کیا ہے، یزید کہتے ہیں کہ: میں نے حسنؒ سے پوچھا: ''مفدم'' کیا ہے؟ انھوں نے کہا: جو کپڑا ''کسم'' میں رنگنے سے خوب پیلا ہوجائے۔ (ابن ماجہ شریف: ۳۶۰۱)

(۱۳) اَلسِّدْر (بیری کا درخت):

آیت: فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ سَيۡلَ الۡعَرِمِ وَبَدَّلۡنٰهُمۡ بِجَنَّتَيۡهِمۡ جَنَّتَيۡنِ ذَوَاتَىۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ وَّاَثۡلٍ وَّشَىۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِيۡلٍ ۝۱۶ (السبا)

ترجمہ: سوانھوں نے (ہدایت کی طرف) دھیان نہیں دیا تو ہم نے ان پر زوردار بند والا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے دونوں طرف والے باغوں کو ایسے دو باغوں سے بدل دیا جس میں برے مزے والے پھل اور جھاؤں (کے درخت) اور تھوڑے سے بیریوں کے درخت تھے۔

حدیث: حضرت ام عطیہ انصاری رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی (زینب یا ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملا لو اور آخر میں کافوریا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا استعمال کر لینا اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے خبر دے دینا؛ چنانچہ ہم نے جب غسل دے دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ: اسے ان کی قمیص بنا دو۔ (بخاری شریف: ۱۲۵۳)

(۱۴) اَلسِّوَاک - اَلأَرَاک - اَلْخَمْط (مسواک کا درخت):

آیت: فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَّأَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾ (السبا)

ترجمہ: سوانھوں نے (ہدایت کی طرف) دھیان نہیں دیا تو ہم نے ان پر زوردار بند والا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے دونوں طرف والے باغوں کو ایسے دو باغوں سے بدل دیا جس میں برے مزے والے پھل اور جھاؤں (کے درخت) اور تھوڑے سے بیریوں کے درخت تھے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔ (بخاری شریف:۸۸۷)

(۱۵) اَلطَّلۡح (کیلے کا درخت رچھتری نما ببول):

آیت: وَأَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ مَآ أَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ﴿٢٧﴾ فِيۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ﴿٢٨﴾ وَطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿٢٩﴾ (الواقعة)

ترجمہ: اور جو دائیں طرف والے ہیں کیسی اچھی حالت میں ہوں گے دائیں طرف والے؟ ﴿۲۷﴾ وہ ان باغوں میں ہوں گے جن میں بغیر کانٹوں کی بیریاں ہوگی ﴿۲۸﴾ اور تہہ بہ تہہ کیلے ہوں گے۔

حدیث: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: شہید چار طرح کے ہیں: پہلا وہ اچھے ایمان والا مومن جو دشمن سے مقابلہ اور اللہ سے کیے گئے وعدہ کو سچ کر دکھائے؛ یہاں تک کہ شہید ہو جائے، یہی وہ شخص ہے جس کی طرف قیامت کے دن لوگ اس طرح آنکھیں اٹھا کر دیکھیں گے اور (راوی فضالہ بن عبید نے اس کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہا) انھوں نے اپنا سر اٹھایا؛ یہاں تک کہ ٹوپی (سر سے) گر گئی، راوی ابو یزید خولانی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم فضالہ نے حضرت عمر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹوپی مراد لی یا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، آپ نے فرمایا: دوسرا وہ اچھے ایمان والا مومن جو دشمن کا مقابلہ کرے، بزدلی کی وجہ سے گویا اس کو "طلح" درخت کے کانٹے لگ رہے ہے، پیچھے سے (ایک انجان) تیر آ کر اسے لگے اور مار ڈالے۔ تیسرا

وہ مومن جو نیک عمل کے ساتھ برا عمل بھی کرے، جب دشمن سے مقابلہ کرے تو اللہ سے کیے گئے وعدہ کو سچ کر دکھائے (یعنی بہادری سے لڑتا رہے) یہاں تک کہ شہید ہو جائے، یہ تیسرے درجہ میں ہے، چوتھا وہ مومن شخص جو اپنے نفس پر ظلم کرے (یعنی کثرتِ گناہ کی وجہ سے، اور بہادری سے لڑتا رہے) یہاں تک کہ شہید ہو جائے، یہ چوتھے درجہ میں ہے۔ (ترمذی شریف: ۱۶۴۴)

(۱۶) اَلْقَرَظ (ایک ایسا درخت جس کے پتے چمڑے کو دباغت دینے میں استعمال ہوتے ہیں):

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنا کپڑا لیا اور باہر نکلا؛ یہاں تک کہ میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بالا خانہ میں تشریف رکھتے ہیں اور جلدی جلدی سیڑھیوں پر چڑھ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک سیاہ فام غلام سیڑھیوں کے سرے پر کھڑا تھا۔ میں نے اسے کہا: کہو کہ یہ عمر بن خطاب ہے۔ تو مجھے اجازت دی گئی۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث (جو پیش آئی تھی) بیان کی۔ جب میں نے حضرت اُمِ سلمہ کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے، جس کے اور آپ کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی۔ آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ آپ کے پاؤں کے قریب کچھ درختوں کے پتے بکھرے ہوئے تھے، اور آپ کے سر کے قریب چمڑے کی کچھ مشکیں لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشان آپ کی پہلو پر

پڑے ہوئے تھے تو میں رونے لگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھیں کیا رلا رہا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کسریٰ اور قیصر (روم و ایران کے بادشاہ) عیش وعشرت میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہوکر اس حال میں ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت؟ (بخاری شریف: ۴۹۱۳)

(۱۷) اَلْاِذْخِر (ایک قسم کی گھاس):

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم (امن کی جگہ) بنایا ہے، نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے (یہاں قتل وخون) حلال تھا اور نہ میرے بعد ہوگا اور میرے لیے بھی تھوڑی دیر کے لیے (فتحِ مکہ کے دن) حلال ہوا تھا، پس نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں، نہ یہاں کے جانوروں کو (شکار کے لیے) بھگایا جائے اور جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (کہ یہ گری ہوئی چیز کس کی ہے) اسی کے لیے گری ہوئی چیز اٹھانا جائز ہے، اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن اِس (حکم) سے ''اذخر'' کا استثنا کر دیجیے کہ یہ ہمارے سناروں کے اور ہماری قبروں میں کام آتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مگر اذخر کی اجازت ہے۔ (بخاری شریف: ۱۳۴۹)

(۱۸) اَلسَّمَر (ببول کا درخت):

صراحتاً اس کا ذکر قرآنِ مجید میں نہیں ہے؛ لیکن جس درخت کے نیچے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی (بیعت رضوان) وہ ببول کا درخت تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل

رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور بہت سے صحابہ بھی تھے، وادیٔ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ (بدو) لوگ آپ کو لپٹ گئے؛ بالآخر آپ کو مجبوراً ایک ببول کے درخت کے پاس جانا پڑا، وہاں آپ کی چادر مبارک ببول کے کانٹے میں الجھ گئی تو ان لوگوں نے اسے لے لیا (تا کہ جب آپ انھیں کچھ عنایت فرمائیں تو چادر واپس کریں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میری چادر مجھے دے دو، اگر میرے پاس درخت کے کانٹوں جتنے بھی اونٹ بکریاں ہوتیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا، مجھے تم بخیل نہیں پاؤ گے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل پاؤ گے۔ (بخاری شریف:۲۸۲۱)

(۱۹) اَلسَّنَا- السنامکی (سونا مکھی):

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ تمھیں کمزور دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: میں نے ایک دوا پی ہے؛ تا کہ مجھے دست آئے (قبض ختم ہو)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: شُبرم (ایک قسم کا پودا)۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھیں شبرم سے کیا واسطہ؟ یہ گرم اور سخت ہے، تمھیں سَنا اور سَنوط (دو جڑی بوٹیاں) استعمال کرنی چاہیے، ان میں ہر مرض کا علاج ہے سوائے موت کے۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ جلد:۴، الطب والعیادۃ)

(۲۰) اَلْحَفأ (وہ جس سے حصیر (چٹائی) بنائی جاتی ہے):

ابو حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل کو سنا کہ لوگوں نے ان سے پوچھا اور (میں اس وقت سہل کے اتنا قریب تھا کہ) میرے اور ان کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (احد کے) زخم کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا۔ انھوں نے

کہا کہ: اس بات کا جاننے والا (اب) مجھ سے زیادہ کوئی نہیں رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے منہ سے خون دھوتیں پھر ایک بوریا کا ٹکڑا جلایا گیا اور آپ کے زخم میں بھر دیا گیا۔ (بخاری شریف: ۲۴۳)

(۲۱) یَقْطِین (کدو):

وَأَنۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةٗ مِّن يَقۡطِينٖ ﴿١٤٦﴾ (الصافات)

ترجمہ: اور ہم نے اس پر بیل والا درخت اگا دیا۔

ہر ملک کا خصوصی پودا

اِس کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک سے ہر ملک کا خصوصی پودا بھی اس پارک میں لگایا گیا ہے اور اُس پودے کے نیچے اس کا مکمل تعارف: انگریزی و عربی میں اس کا نام اور اس کے فوائد لکھے گئے ہیں؛ گویا پوری دنیا کے مختلف پودوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔

ہم نے ایک عجیب وغریب بات یہ بھی دیکھی کہ یہاں اِس پارک میں جتنے بھی پودے اور درخت لگائے گئے ہیں، ان تمام پودوں اور درختوں کے مناسبِ حال پتھریلی زمین، ریتیلی زمین اور خالص زمین بھی تیار کی ہے۔

بوٹانکل پارک

اِسی پارک (حدیقۃ القرآن) کے بیچ ایک کانچ کا میوزیم جیسا بنایا ہے، اس میوزیم میں خوشبو والے پودے لگائے گئے ہیں، ان پودوں کی خوشبوئیں بھی یہاں رکھی ہوئی ہیں، جیسے اُترَنج، رَیَّان، ادرک وغیرہ سب کی خوشبوئیں یہاں رکھی ہوئی ہیں،

قدرتی دانے بھی یہاں رکھے ہوئے ہیں۔

ہمارے لیے پارک کا وہ حصہ سب سے زیادہ دل چسپ تھا جہاں قرآن وحدیث میں جن پودوں اور درختوں کا ذکر آیا ہے وہ سب پودے اور درخت موجود ہیں، نیز ان کے علاوہ دوسرے پودوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب صنعت پر یقین میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی مخلوقات پیدا فرمائی! فتبارك الله احسن الخالقين

''الوکرہ'' ساحل پر

بعد نمازِ عصر تفریح کی غرض سے ''الوکرہ'' ساحل پر جانا ہوا، سمندر کا پانی بہت ہی صاف، ستھرا اور شفاف تھا، بیٹھنے کا بہت ہی اچھا انتظام تھا، کنارے پر مسجد بنی ہوئی ہے، سمندر کے اندر جس جگہ تک جانے کی اجازت ہے وہاں پر علامتیں لگائی اور حد بندی کی ہوئی ہے۔

❁❁❁

۲۲؍رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق: ۱؍اپریل ۲۰۲۴ء بہ روز پیر
قدیم بحرین اور مسجدِ جواثا کی زیارت

آج کا دن مسجدِ جواثا کی زیارت کے لیے متعین ہوا تھا اور آج کا ہمارا یہ سفر پانچ افراد پر مشتمل تھا، بندہ، ڈاکٹر عبداللہ اسحاق جی صاحب، ان کے چھوٹے بیٹے حسن، مولوی علقمہ اور مولوی زکی۔

''مسجدِ جُواثا'' کی تاریخ

مسجدِ جواثا سعودی عرب میں واقع ایک مسجد ہے جو''ہفوف'' شہر سے تقریباً ۱۳؍کیلومیٹر دور''الکلابیۃ'' نامی گاؤں میں واقع ہے۔

مسجدِ جواثا اسلام کے ابتدائی دور کی مساجد میں سے ایک مسجد ہے، یہ مسجد قبیلۂ بنی عبدالقیس کے دوسرے وفد کی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے بعد تقریباً سن ہجری ۷؍میں تعمیر کی گئی تھی۔

اِس مسجد کی خاص بات یہ ہے کہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ دوسری مسجد ہے جہاں جمعہ کی نماز ادا کی گئی تھی۔

جمعہ کے لیے شہر ہونا شرط ہے: حنفیہ کی دلیل

عَن ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما أَنه قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى مِنَ الْبَحْرَيْنِ۔ (البخاری:۸۹۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلا جمعہ بنو عبدالقیس کی مسجد میں ہوا جو بحرین کا علاقہ ’’جواثا‘‘ میں تھی۔

حنفیہ کے نزدیک جمعہ قائم کرنے کے لیے شہر ہونا شرط ہے، احناف کی اس بارے میں ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں مدینہ منورہ سے جواثا تک کئی قبائل، کئی بستیوں اور کئی علاقوں میں اسلام پہنچ چکا تھا، لیکن اس کے باوجود مدینہ منورہ کے بعد جواثا کے علاوہ کسی بستی میں جمعہ قائم نہیں ہوا، معلوم ہوا مدینہ منورہ میں شہر ہونے کی حیثیت سے جمعہ قائم کی گئی، اسی طرح جواثا میں بھی شہر ہونے کی وجہ سے جمعہ قائم کی گئی، مدینہ منورہ اور جواثا میں تقریباً تیرہ سو کلومیٹر سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ قائم کرنے کے لیے شہر ہونا شرط ہے۔

حدود کے متعلق

دورِ نبوت میں دنیا کا جو نقشہ تھا آج کا نقشہ اُس سے بالکل مختلف ہے، دورِ نبوت میں ’’جواثا‘‘ بحرین کا علاقہ شمار ہوتا تھا، جب کہ اِس وقت یہ سعودیہ کی حدود میں شمار کیا جاتا ہے۔

آج بھی جواثا جانے کے لیے راستے اتنے اچھے نہیں ہیں جتنے سعودیہ میں دوسرے مقامات پر ہے، تو اندازہ لگاؤ کہ اُس دور میں کیا حال ہو ہوگا، پہاڑی علاقہ عبور کر کے سخت گرمی میں پیدل، اونٹ پر سوار ہو کر وفدِ عبدالقیس نے اتنا لمبا سفر کیا، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ایمان، قرآن میں کتنی کشش ہوگی کہ لوگوں نے اتنے دور دراز کا سفر طے کر کے ایمان سیکھا۔

جواثا کی طرف

سفر چوں کہ لمبا تھا؛ اس لیے نمازِ فجر کے بعد فوراً ہم روانہ ہوئے، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد سعودی حدود تک پہنچے، یہاں تک کے راستے بہت چوڑے اور بہت عمدہ تھے، سمندر کے کنارے پر تھے، بہت ہی خوب صورت مناظر تھے۔

سعودی حدود میں داخل ہونے کے لیے بندے کا اور مولوی زکی -سلّمہ- کا ویزہ حاصل کرنا تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عافیت کے ساتھ ویزہ حاصل ہوگیا، یہ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلی مدد تھی؛ کیوں کہ ہم لوگوں کو بارڈر پر یہ کہا گیا تھا کہ: ''سیاحہ ویزہ'' (ٹوریسٹ ویزہ) ایئرپورٹ پر ہی ملے گا؛ مگر سعودی امیگریشن کے آفیسر نے ہم کو وائی فائی کا کوڈ (Wifi Code) دیا، ڈاکٹر عبداللہ اسحاق جی صاحب نے وائی فائی کنیکٹ (Wifi Connect) کر کے پروسیس شروع کیا، الحمدللہ! چند ہی منٹوں میں ایک سال کا سعودی ٹوریسٹ ویزہ (Tourist Visa) حاصل ہوگیا۔

سعودی حدود میں داخل ہونے کے بعد راستے کوئی خاص نہیں تھے؛ چوں کہ یہ علاقہ ابھی اتنا ترقی یافتہ (Develop) نہیں ہوا ہے، دور دور تک ریت ہی ریت اور صحرا ہے، آسمان پر تھوڑے تھوڑے بادل چھائے ہوئے تھے جس کی وجہ سے دھوپ کی تپش کا کم احساس ہورہا تھا، راستے میں کہیں کہیں بورڈ بھی نظر آرہے تھے، راستے میں قرآنِ مجید کی آیات کے مناظر سامنے آرہے تھے، جب صحرا میں اونٹ دیکھنے کو ملے تو فوراً قرآن کی یہ آیت یاد آگئی:

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾

ترجمہ: تو کیا وہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے (عجیب طریقے سے) پیدا کیے گئے ہیں؟

اور ریت کے پہاڑ نما ٹیلے دیکھے تو یہ آیت یاد آ گئی:

وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾

ترجمہ: اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کیسے کھڑے کر دیے گئے (کہ وہ اپنی جگہ سے ہلتے نہیں)؟

اور دور دور تک پھیلی ہوئی زمین دیکھی تو یہ آیت یاد آ گئی:

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کیسے بچھائی گئی؟

یہ ہے قرآنِ مجید کا سیدھا سادہ توحید کی دعوت کا مؤثر ترین انداز!

توحید فطری و طبعی چیز

۱۴ رصدی قبل اتنے سیدھے سادے انداز میں اُمی اور بدّو لوگوں کو قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دی؛ جب کہ اُس زمانے میں سائنس اور ٹیکنالوجی کوئی چیز نہیں تھی، اتنی صدیوں کے بعد اِس وقت یہاں جب یہ مناظر دیکھتے ہیں تو یہ یاد تازہ ہوتی ہے کہ توحید کتنی فطری اور طبعی آسان چیز ہے! اور اس کے دلائل بھی کتنے آسان اور عام فہم ہیں! اور قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور و فکر کا اور توحید کی دعوت کا ایسا سیدھا سادہ انداز اپنایا کہ ہر انسان اس کو سمجھ سکے؛ چاہے وہ اُمی یعنی کچھ لکھا پڑھا نہ ہو، یہ کلامِ الٰہی کا کمال ہے۔

مسجدِ جواثا

سعودی حدود (Border) سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے سے زائد سفر طے کرنے کے بعد ہم منزلِ مقصود؛ یعنی مسجدِ جواثا پہنچے۔

''مسجد جواثا'' اُن مساجد میں سے ایک ہے جو اپنے طرزِ تعمیر کے حوالے سے منفرد شناخت رکھتی ہے، اس مسجد کا اندرونی محراب، اس کی دیواریں، کھڑکیاں اور دروازے سب منفرد انداز میں تعمیر کیے گئے ہیں۔

''مسجدِ جواثا'' کی کل نو (۹) صفیں ہیں جو تین حصوں پر مشتمل ہیں:

پہلا حصہ: صدر گیٹ؛ داخل ہوتے ہیں وہاں تین صفیں ہیں، مسجد کی چھت پرانے اور قدیم زمانے کی طرح لکڑیوں اور چٹائی سے بنی ہوئی ہے۔

درمیانی حصہ: مسجد کے درمیانی حصے میں تین صفیں ہیں، وہاں چھوٹے چھوٹے محراب بنے ہوئے ہیں، دو کھڑکیاں ہیں، جو چھت کی طرح بالکل قدیم اور پرانے زمانے کے طرز پر بنی ہوئی ہیں۔

آگے والا حصہ: مسجد کے آگے والے حصے میں بھی تین صفیں ہیں، امام صاحب کی آمد و رفت کے لیے محراب میں راستہ بنا ہوا ہے، تقریباً تینوں حصے ناپ کے اعتبار سے برابر ہیں۔ فی الحال با جماعت نماز بھی جاری ہے۔

روحانی ٹھنڈک

A.C بند ہونے کے باوجود مسجد میں ایر کنڈیشن سے زیادہ ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے؛ کیوں نہ ہو! جب کہ یہاں کتنے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء

اللہ نے نمازیں پڑھی ہیں اور صدیوں سے یہ مسجد اسلام وایمان کی یادگار مسجد ہے۔

بہت ہی پُرسکون جگہ ہے، عجیب روحانیت اور ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے، ہم سب نے چند رکعت نوافل ادا کی اور مختصر دعا کی۔

’’الاحساء‘‘ شہر میں

قطر اور سعودیہ کی باڈر سے تقریبا ۱۵۰ رکلومیٹر دور ’’الاحساء‘‘ شہر ہے، اسی سے متصل ’’الھفوف‘‘ شہر ہے۔

’’مسجدِ جواثا‘‘ کی زیارت کے بعد ہم لوگ ’’الاحساء‘‘ شہر کی ایک پہاڑی پر گئے، اِس پہاڑی کو ’’جبل القارہ‘‘ کہا جاتا ہے، بڑی عجیب وغریب قسم کی پہاڑی ہے، اس پہاڑی میں بڑے عجیب وغریب قسم کے لمبے، اونچے اور گہرے غار بنے ہوئے ہیں، ان غاروں کی خصوصیت یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں ان غاروں میں ایئر کنڈیشن جیسی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے اور سردی کے موسم میں معتدل گرمی کا احساس ہوتا ہے۔ اس پہاڑی کی تاریخ بہت قدیم بتلائی جاتی ہے، واللہ اعلم!

جبل القارہ

’’القارہ‘‘ کا مطلب: تنہا، سیاہ اور بلند پہاڑ ہے۔

’’جبل القارہ‘‘ جس کو ’’کوہِ شبعان‘‘ بھی کہا جاتا ہے، یہ پہاڑ سعودی عرب کے مشرقی علاقے میں ’’الاحساء‘‘ میں واقع ہے، یہ ’’الاحساء‘‘ کے قدرتی سیاحتی مقامات میں سے ایک اہم مقام ہے اور ۲۰۱۸ء میں ’’الاحساء‘‘ کے نخلستان کے ساتھ عالمی ورثے کی فہرست میں شامل کیا گیا۔

یہ پہاڑ شہر ''الھفوف'' سے ۱۵ رکلومیٹر مشرق میں واقع ہے اور اس میں غاریں یا مغارات موجود ہیں جنھیں الاحساء کے مقامی لوگ ''مغارات'' کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ: یہاں پہلے قبیلہ ''القارہ'' آباد تھا جو تیر اندازی میں ماہر تھا۔

بعض مؤرخین کے مطابق یہ وہی پہاڑ ہے جسے قدیم زمانے میں ''المشقر'' کہا جاتا تھا۔ اس علاقے میں قدیم زمانے میں بازار لگتا تھا جس ''سوق المشقر'' کہا جاتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: القارہ کا نام اس کے جنوب میں موجود ایک عجیب وغریب پہاڑی ٹیلے کی وجہ سے پڑا، جس پر تین منفرد سر نما پتھر ہیں: ایک عورت کے سر جیسا (جنوب کی طرف)، دوسرا مرد کے سر جیسا (شمال کی طرف)، اور تیسرا شیر کے سر جیسا (درمیان میں)۔

جبل القارہ کی غاریں تین اقسام میں تقسیم کی گئی ہیں:

(۱) پانی کی تحلیل سے بننے والی غاریں۔

یہ غاریں پانی میں آسانی سے تحلیل ہونے والی چٹانوں کے کٹاؤ سے بنی ہیں۔

(۲) ٹوٹ پھوٹ اور کٹاؤ سے بننے والی غاریں۔

یہ غاریں اوپر کی پرتوں کے گرنے اور نیچے کی پرتوں کے ختم ہونے سے بنتی ہیں، جو بعض اوقات وسیع غاروں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ان میں سب سے مشہور ''مغارۃ العید'' ہے، جو پہاڑ کے مغرب میں واقع ہے اور سالانہ اجتماعی شادی کی تقریبات کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

(۳) زلزلہ، آندھی اور ہوا کے اثرات سے بننے والی غاریں۔

یہ غاریں سیدھی دراڑوں کے نظام سے بنی ہیں، جو تقریباً 28 راستوں پر مشتمل

ہیں، جن کی لمبائی 5.1 کلو میٹر تک ہو سکتی ہے۔ ان میں سب سے مشہور ''مغارۃ النشاب'' ہے، جسے سیاحتی مقام کے طور پر ''ارض الحضارات'' منصوبے کے تحت تیار کیا گیا ہے۔

مسجدِ اشج بن عبد القیس

اِس پہاڑی کے قریب ایک تاریخی مسجد ''مسجدِ اشج بن عبد القیس'' ہے۔

یہاں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔

''اشج بن عبد القیس'' قبیلۂ عبد القیس کے سردار تھے، ان ہی کے نام پر یہ مسجد ہے۔

قبیلۂ عبد القیس اور حضرت اشج بن عبد القیس کا تعارف

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں دور و نزدیک سے بہت سے لوگ اکیلے یا وفود کی شکل میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُن کے ساتھ خاص عزت واحترام والا سلوک ہوتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وفود کے آنے کی خبر ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ٹھہرنے کے لیے بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گھروں میں یا مسجد کے صحن میں بندوبست کرتے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دیتے تھے۔

وفود کی آمد پر اکثر حضرت رملہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے مکان پر بھی ان کے قیام کا انتظام کیا جاتا تھا، ان کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اِس خدمت کا موقع عنایت فرماتے تھے جن میں حضرت ابو ثعلبہ، حضرت قیس بن حارث، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت مقداد بن عمرو، حضرت سعد بن عبادہ،

حضرت خالد بن ولید، حضرت فَروہ بن عمر البیاضی رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ شامل ہیں، ان کے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی مہمان نوازی کا خاص موقع ملا کرتا تھا۔

بعض وفود چوں کہ دور سے آتے تھے؛ اس لیے مدینہ میں ان کا قیام لمبا ہو جاتا تھا، بعض دس دن ٹھہرے رہتے تو بعض مہینہ مہینہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لیے رک جاتے۔ بعض وفود کا قیام اس سے بھی لمبا ہو جاتا تھا؛ لیکن اس کے باوجود وفود کی مہمان نوازی کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس ان کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے۔ (طبقاتِ ابن سعد، جلد: دوم، ص: ۹۲)

یہی وجہ ہے کہ سیرت نگاروں نے سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ''وفودِ عرب کی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آمد'' کے نام سے ایک باب اور عنوان قائم کیا ہے۔ قدیم مآخذِ سیرت میں عموماً فتحِ مکہ کے بعد اطرافِ عالم میں اشاعتِ اسلام کے ضمن میں وفودِ عرب کا تذکرہ ہوا ہے۔ سنہ ۹ھ اور سنہ ۱۰ھ میں یہ وفود اس کثرت سے آئے کہ مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اس سال کو ''عام الوفود''؛ یعنی وفود کا سال قرار دیا۔

وفد کا معنی: لوگوں کا کسی بڑے آدمی کی خدمت میں خاص مقصد لے کر حاضر ہونا، انگریزی میں اس کو (Delegation) کہتے ہیں۔

متعدد مؤرخوں اور سیرت نگاروں نے ان وفود کی تفصیلات لکھی ہیں، مختلف روایات کے مطابق وفود کی تعداد ۱۴۰ ر کے قریب تھی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اُس زمانے میں قبائلِ عرب کی ذہنی کیفیت کیا تھی اور ہادیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ تبلیغ و ہدایت کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وفد کے ساتھ بلا لحاظ اِس کے کہ وہ کس غرض سے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا، ایسے حسنِ اخلاق اور شفقت سے

پیش آتے تھے کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں اس سے ضرور متأثر ہوتا تھا۔ جن لوگوں کو قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہو جاتی وہ واپس جا کر اپنے قبیلے میں اخلاص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرتے حتی کہ پورا پورا قبیلہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو جاتا اور اگر آنے والا وفد پہلے ہی مسلمان ہوتا تو وہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکامِ دین سیکھ کر واپس جاتا تو ساری عمر اوامر و نواہی کی پابندی میں گزار دیتا۔

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قبیلۂ عبد القیس کی آمد کب ہوئی تھی؟

بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قبیلۂ عبد القیس کی آمد کے متعلق محدثین نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں؛ چناں چہ علامہ واقدی، قاضی عیاض اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: یہ وفد (وفدِ قبیلۂ عبد القیس) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ۸/ ہجری میں حاضر ہوا تھا۔

جب کہ اکثر اہلِ مغازی جیسے کہ امام محمد بن اسحاق، ابن ہشام، بیہقی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کہتے ہیں کہ: یہ عام الوفود؛ یعنی ۹/ ہجری میں آیا تھا۔

''تاریخ الخمیس'' میں ہے کہ یہ وفد ۱۰/ ہجری میں آیا تھا۔

گویا تین الگ الگ قول ہیں؛ لیکن اِس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ وفد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک ہی مرتبہ حاضر ہوا ہے۔

جب کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ وفد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا:

ایک مرتبہ ۵/ ہجری میں فتحِ مکہ سے پہلے، اس وقت اس وفد میں ۱۳/ افراد تھے۔

دوسری مرتبہ عام الوفود؛ یعنی ۹ر ہجری میں۔

یہ وفد ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ۲۰ر افراد پر اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ۴۰ر افراد پر مشتمل تھا۔

قبیلۂ عبدالقیس کا خاندان

قبیلۂ عبدالقیس ''ربیعہ'' کی شاخ ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب نامہ میں ''نزار بن معد بن عدنان'' نام آتا ہے، ''نزار'' کے چار بیٹے تھے:

(۱) مضر بن نزار (انھیں کی اولاد قریش کہلائی) (۲) ربیعہ (۳) انمار (۴) ایاد۔

قبیلۂ عبدالقیس کیسے مسلمان ہوا؟

قبیلۂ عبدالقیس کے پاس اسلام اِس طرح پہنچا کہ اُن ہی کے قبیلے کے ایک فرد ''حضرت مُنقِذ بن حیان رضی اللہ عنہ'' کی کپڑے کی تجارت تھی، تجارت کی غرض سے ان کی آمد و رفت مدینہ منورہ ہوا کرتی تھی، ہجرت کے بعد ایک مرتبہ وہ اسی غرض سے مدینہ آئے ہوئے تھے، ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر وہ کھڑے ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب اور ہیبت عطا فرمائی تھی کہ خاص کر نیا آدمی فوراً متأثر ہوتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس ٹھہر گئے اور ان سے پوچھا: کون ہو؟ کہاں کے ہو؟ انھوں نے بتلایا کہ: میں بحرین کا رہنے والا ہوں اور قبیلۂ عبدالقیس سے میرا تعلق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے قبیلے کے سردار اور بڑے لوگوں کے نام لے کر ان کے

حال احوال پوچھے۔

اُن کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ تو کبھی ہمارے یہاں تشریف بھی نہیں لائے اور یہ کیسے ہمارے قبیلے کے بڑے لوگوں سے واقف ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو اسلام پیش کیا تو انھوں نے قبول کرلیا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو قرآن کا کچھ حصہ بھی سکھایا اور اور نماز کا طریقہ سکھلایا، جب وہ واپس جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے قبیلے کے بڑے بڑے سرداروں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط لکھ کر دیے کہ وہاں جا کر ان کی خدمت میں پیش کر دینا؛ لیکن انھوں نے اپنے مقام پر پہنچ کر اِس ڈر سے کہ لوگ کیا کہیں گے کسی کو بھی خط نہیں دیا۔

حضرت منقذ بن حیان رضی اللہ عنہ نے قبیلے کے کسی بھی سردار تک خط نہیں پہنچایا تھا، نہ اس کا تذکرہ کیا تھا؛ مگر چوں کہ خود اسلام لے آئے تھے؛ اس لیے جب نماز کا وقت ہوتا تو وہ گھر میں چپکے سے وضو کرتے اور نماز پڑھتے، ان کی بیوی نے ایک مرتبہ اپنے ابا اشجِ عبدالقیس سے یوں کہا: اب کی مرتبہ جو منقذ سفر سے واپس آئے ہیں اُن کا حال چال بدلا ہوا سا لگ رہا ہے، وہ مخصوص اوقات میں اپنے چند اعضا کو دھوتے ہیں، ایک خاص سمت کی طرف چہرہ کر کے جھکتے ہیں، پھر زمین پر گرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

بیٹی کی یہ بات سن کر اشجِ عبدالقیس نے ان سے پوچھا کہ: بھئی! کیا بات ہے؟

انھوں نے سارا قصہ بیان کیا اور یہ بھی بتلایا کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کا نام لے کر آپ کا حال پوچھا تھا اور دوسرے سرداروں کے بھی نام لیے تھے اور آپ کے نام خط بھی دیا ہے، وہ خط انھوں نے پیش کیا، اس میں حضرت نبیٔ کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام دی تھی؛ چناں چہ وہ ایمان لے آئے، پھر اپنی قوم کو جمع کر کے ان کے سامنے حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا خط پڑھ کر سنایا؛ چناں چہ قبیلے کے بہت سارے لوگ یہ خط سن کر ایمان لے آئے۔

وفدِ عبدالقیس حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب وفدِ عبدالقیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: کس قبیلے کے لوگ ہو؟ یا فرمایا: کس قوم کے نمائندے ہو؟

انھوں نے کہا: ربیعہ کے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ لوگوں کا آنا مبارک! یا فرمایا: نمائندوں کا آنا مبارک! نہ رسوائی ہے، نہ پشیمانی۔

انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ تک محترم مہینوں (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) ہی میں پہنچ سکتے ہیں؛ اس لیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان قبائلِ مُضَر حائل ہیں (جن سے قبائلِ ربیعہ کی ہمیشہ جنگ رہتی تھی؛ اس لیے وہ مضر کی بستیوں سے گذر کر دیگر مہینوں میں مدینہ منورہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے) پس آپ ہمیں کسی ایسی واضح بات کا حکم دیں جس کی طرف ہم ان لوگوں کو بلائیں جو ہمارے پیچھے ہیں اور ہم ان پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں اور انھوں نے آپ سے شراب کے برتنوں کے بارے میں بھی پوچھا۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار برتنوں سے روکا، آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، پھر پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

انھوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اِس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کا اہتمام کرنا، اور زکوٰۃ ادا کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا، اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ مرکزی حکومت کو بھیجنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شراب کے چار برتنوں سے روکا: روغنی گھڑے سے، تو نبی (سوکھا کدو) سے لکڑی کھود کر بنائے ہوئے برتن سے اور تارکول پھیرے ہوئے گھڑے سے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان باتوں کو اچھی طرح یاد کرلو، اور جو لوگ پیچھے ہیں ان کو یہ باتیں بتاؤ۔ (بخاری شریف: ۵۳)

فائدہ: تونبا: ایک قسم کا تلخ کدو ہے جس کا چھلکا بہت موٹا ہوتا ہے اس کو فقیر سکھا کر کشکول بناتے ہیں۔

اَشجّ عبدالقیس کا تعارف

منقذ بن حیان رضی اللہ عنہ کے خسر منذر بن عائذ تھے، جن کو اشجِ عبدالقیس کہا جاتا تھا، ''اَشجّ'' ان کا لقب ہے۔

''اشج'' عربی میں اس شخص کو کہتے ہیں: جس کی پیشانی پر کسی زخم کا نشان ہو۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ: بچپن میں ان کو گدھے نے لات ماری تھی جس کی وجہ سے ان کی پیشانی پر چاند جیسا زخم کا نشان پڑ گیا تھا۔

’’عبدالقیس‘‘ ان کے قبیلے کا نام ہے، تو یہاں اشج کی اضافت قبیلے کی طرف ہوئی ہے؛ یعنی عبدالقیس کا اشج اور چوں کہ وہ قبیلے کی ایک شاخ ’’العَصَر‘‘ کے ایک فرد ہیں؛ اس لیے بعض مرتبہ ان کو ’’اشجِ عَصَری‘‘ بھی ان کو کہا جاتا ہے۔

اَشجّ عبدالقیس کی فضیلت

جس وقت وفدِ عبدالقیس حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس موقع پر ان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا اتنا شوق وجذبہ تھا کہ جب مدینہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس لگی ہوئی ہے؛ چناں چہ اپنی سواریوں سے چھلانگ مار کر کودے اور سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو گئے۔

لیکن حضرت منذر بن عائذ رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ سب کی سواری کے جانوروں کو باندھا، سب کا سامان ٹھیک ٹھاک کیا، پھر اپنے سامان میں سے پوٹلی نکالی، اس میں سے دھلا ہوا لباس نکالا، اس کو پہنا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

یہ سارا منظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے، پھر جب وہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے پاس بلایا اور بٹھایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمھارے اندر دو خوبیاں ایسی رکھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں:

(۱) سنجیدگی (۲) وقار۔

انھوں نے پوچھا کہ: کیا اللہ تعالیٰ نے میرے اندر یہ خوبیاں پیدائشی رکھی ہیں؟ یا میں نے اپنی محنت سے حاصل کیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیدائشی ہیں۔

قطر واپسی

مسجدِ اشیخ عبدالقیس میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد قطر واپسی کے لیے روانہ ہوئے، تقریباً تین گھنٹے کی مسافت کا سفر تھا، قطر میں داخل ہونے کے لیے کچھ کارروائی (Process) کرنا تھا، جس کی وجہ سے واپسی کا یہ سفر تین گھنٹے کے بجائے چار گھنٹے میں مکمل ہوا، قطر کی حدود میں داخل ہو کر ایک مسجد میں نمازِ عصر ادا کی اور افطار سے چند منٹ پہلے گھر پہنچے۔

گجراتی علمائے کرام کی مجلس

آج تقریباً چھ سو (۶۰۰) کلومیٹر کا سفر ہو چکا تھا، تھکن کافی تھی، اس کے باوجود ڈاکٹر عبداللہ اسحاق جی کے مکان پر یہاں موجود گجراتی علمائے کرام کے ساتھ ایک اہم مجلس ہوئی، تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے علمائے کرام کے ساتھ مذاکرہ ہوا۔

مجلس کے مذاکرات کا خلاصہ

مجلس کے مذاکرات ریکارڈ نہیں ہو سکے، البتہ ان کا خلاصہ مندرجۂ ذیل ہیں:

(۱) آپ حضرات کے لیے سعادت مندی کی بات ہے کہ یہاں حکومت کی جانب سے دین کی اشاعت اور دعوت وتبلیغ کے اعتبار سے آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے؛ بلکہ یہاں کی حکومت خود چاہتی ہے کہ علمائے عظام وائمۂ کرام اچھی طرح دین کا کام کریں، جیسا کہ ابھی بتایا گیا ''وزارت الاوقاف'' کی طرف سے ائمۂ کرام کی ایک میٹنگ بلائی تھی اور دیگر ممالک خاص کر سعودی کا نام لے کر یہ بتایا گیا کہ وہاں ائمۂ کرام پر جمعہ کے خطبات میں کس طرح پابندی ہے، جب کہ یہاں کسی بھی طرح کوئی

پابندی نہیں ہے؛لہذا اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے امت کو خوب دینی فائدہ پہنچاؤ، زیادہ سے زیادہ دین کی اشاعت کرو، دعوت وتبلیغ کا کام کرو۔

(۲) یہاں دنیا کے مختلف ممالک: خصوصاً بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش، فلپائن وغیرہ سے ملازمت کی نسبت سے بہت سے مسلمان آئے ہوئے ہیں، اکثر مسلمان ایسے ہیں جن کو دین کا بنیادی علم بھی نہیں ہے، کلمہ، نماز، طہارت جیسی بنیادی چیزوں کا علم نہیں ہے، ان لوگوں میں دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کرنے کی حاضرین کو ترغیب دی، اِس نسبت سے ان کے سامنے بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم حضرت مولانا اسماعیل کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ واقعات بھی سنائے جو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے کتاب میں ہیں۔

(۳) مجلس میں ایک بات سامنے آئی کہ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کچھ علاقوں میں مکتب کی تعلیم کا نظام قابو میں آرہا ہے۔

(۴) ہفتے میں ایک دن متعین کرکے درسِ قرآن شروع کرنے کی ترغیب دی گئی۔

(۵) ائمہ وخطبا نے ایک سوال کیا کہ: جمعہ کا خطبہ کس طرح مرتب کیا جائے؟

جواب دیا گیا کہ: یہاں کے حالات کے اعتبار سے جن معروفات کو عام کرنے کی اور جن منکرات کو روکنے کی خاص ضرورت ہے، ایسے موضوع کا انتخاب کرکے اُس کے متعلق آیاتِ قرآنیہ اور حدیث کی بخاری شریف اور مسلم شریف جیسی کتابوں سے متعلقہ احادیث کا انتخاب کرلیں، اس کے متعلق اگر تابعین کے اقوال ہوں تو اس کو بھی خطبے شامل کرلیں؛ جیسا کہ ائمۂ حرم تابعین وغیرہ کے اقوال اپنے خطبے میں ''قال بعض اھل العلم'' کے عنوان سے بیان کرتے ہیں، اِس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ موقع کے مناسب

عوام الناس کی رہنمائی ہوجائے گی اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے پاس اپنے ذاتی خطبات کا مجموعہ ہوجائے گا۔

وقت کی اہم ترین ضرورت: جدید عربی زبان سیکھنا

آج سینٹرل امریکہ کے ممالک میں پناما سے لے کر برازیل تک، اسی طرح افریقی ممالک میں بہت بڑی تعداد میں عربی بولنے والے حضرات ہیں، ان تک اور آج کے عربی کہلانے والے ممالک میں رہنے والے لوگوں تک عربی زبان میں دین پہنچانے کی بہت سخت ضرورت ہے؛ لہٰذا ان تک دین کا پیغام، قرآن وحدیث کی باتیں پہنچانے کی نیت سے ہمارے طلبہ اور علما کو جدید عربی زبان سیکھنے، بولنے اور لکھنے کی مشق کرنی چاہیے، یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

عربی زبان سیکھنے کا مقصد

ہمارے اکابر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان پر بھی بڑی قدرت اور مہارت عطا فرمائی تھی، آپ نے اپنے عربی خطبات، عربی تحریرات، عربی تصنیفات کے ذریعے عالمِ عرب کی عوام، ان کے علما اور خواص کو؛ بلکہ اہلِ حکومت تک کو دین کا پیغام پہنچایا، خالص ایمانی، دینی، فکری، دعوتی اصلاحی باتیں پہنچائیں، دلوں میں ایمانی حرارت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی باتیں پہنچائیں، موقع بہ موقع حکومت کو جھنجوڑا اور ان کو دینی وایمانی حمیت وغیرت اور ایمانی ذمّے داریاں یاد دلائیں، جس کے کئی واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔ عربی زبان سیکھنے کا یہی اصل مقصد ہونا چاہیے۔

لسان الدعوۃ والتبلیغ: حضرت مولانا عمر صاحب پالنپوریؒ کا ملفوظ

لسان الدعوۃ والتبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری-نور اللہ مرقدہ- کی زبان سے لاچپور کے اجتماع میں بندے نے ایک عجیب بات سنی، لاچپور میں ایک تبلیغی اجتماع ہوا تھا، جس میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب-نور اللہ مرقدہ- نظام الدین کے پورے قافلے کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ اُس موقع پر علمائے کرام کی ایک خصوصی مجلس رکھی گئی تھی، جس میں حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان طے ہوا، کچھ عوام بھی اِس مجلس میں آ گئے، حضرت مولانا محمد عمر صاحب-نور اللہ مرقدہ- کی یہ خواہش تھی کہ اِس مجلس میں صرف علما ہی رہیں؛ تا کہ اہلِ علم سے دل کھول کر کے خطاب ہو؛ چناں چہ آپ نے اعلان کروایا؛ مگر پھر بھی دعوت وتبلیغ کے پرانے ساتھی جو علما نہیں تھے، وہ مجلس میں ہی رہے؛ لہذا حضرت مولانا محمد عمر صاحب -نور اللہ مرقدہ- نے بہت حکمت عملی سے عربی زبان میں بیان شروع کر دیا اور عربی زبان میں بیان شروع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا-جس کا خلاصہ میں اردو میں پیش کر رہا ہوں- کہ: میں نے عربی زبان کسی مدرسے میں یا عربی ادب کی کتاب کے ذریعے یا کسی ادیب صاحب کے پاس جا کر نہیں سیکھی، عربی ممالک میں دعوت وتبلیغ کی نسبت سے میرا جو وقت لگا اس کی برکت سے عربی زبان بولنے پر مہارت حاصل کی اور الحمد للہ! دین کی باتیں عربی زبان میں اِس طرح پیش کر لیتا ہوں۔

اِس مقصد کے پیشِ نظر عربی زبان بولنے اور لکھنے کی خوب خوب محنت کرنی چاہیے؛ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگوں کی اور خاص طور پر اہلِ علم کی اِس طرف توجہ نہیں،

اگر کچھ حضرات اس میں دل چسپی رکھتے ہیں تو نیت مناسب نہیں ہوتی، عرب ملک میں ملازمت وغیرہ کی نیت سے سیکھتے ہیں۔

حضرت مولانا عمید الزماں صاحب کیرانویؒ کا ملفوظ

حضرت مولانا عمید الزماں صاحب –نور اللہ مرقدہ– (برادرِ مکرم: حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ) بڑے اچھے ادیب تھے، حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب پالن پوری –نور اللہ مرقدہ– کے رفیقِ درس تھے، فراغت کے بعد کچھ مدت کے لیے دار العلوم دیوبند میں عربی زبان میں ترجمہ اور تحریری کاموں کے لیے خدمت انجام دیں، پھر طویل عرصے تک دہلی میں سعودی (Consulate) میں رہے، ریٹائر ہونے کے بعد آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مجلسِ مشاورت وغیرہ ملی کاموں میں مشغول رہے، دہلی میں عربی ادب سکھانے کا ایک سلسلہ بھی آپ نے شروع فرمایا، جامعہ ڈابھیل میں ''النادی العربی'' کی مناسبت سے موصوف رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ دعوت پیش کی؛ چناں چہ ڈابھیل تشریف لائے، دو چار دن قیام رہا، بہت دل کھول کر باتیں فرماتے تھے، بہت صاف مزاج، طبیعت میں بہت اعلیٰ قسم کی نظافت تھی، اُس موقع پر انھوں نے دورانِ گفتگو جو باتیں فرمائی تھیں، ان میں سے کچھ باتیں اپنی تعبیرات کے ساتھ پیش کرتا ہوں:

(۱) جدید عربی ادب و زبان سیکھنے والوں کا ایک بڑا طبقہ یہ نیت اور مقصد رکھتا ہے کہ کسی عرب ملک میں اچھی خاصی ملازمت مل جائے۔

(۲) دہلی میں واقع کسی عربی ملک کی سفارت خانے میں ملازمت مل جائے۔

(۳) مختلف مقاصد سے ان سفارت خانوں میں عربی زبان میں درخواست پیش کرنے والوں کی عربی میں ترجمانی کا کام مل جائے کہ اردو سے عربی، عربی سے اردو کرنے کا کام اجرت پر مل جائے، اِس طرح کے مقاصد سے بہت سے لوگ جدید عربی بولنا لکھنا سیکھتے ہیں۔

بہر حال! وقت کی اہم ترین ضرورت کے پیشِ نظر صحیح نیت: یعنی دین کی اشاعت کی نیت سے جدید عربی زبان سیکھی جائے، ان شاء اللہ! ہماری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

۲۳ / رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ
مطابق: ۲/ اپریل ۲۰۲۴ء بروز منگل

ایک مشہور عالمِ دین ''مولانا ظریف صاحب دامت برکاتہم العالیہ'' ایک لمبے عرصے سے یہاں قطر میں مقیم ہیں، آج بعد نمازِ ظہر یہاں کے کچھ احباب کے توسط سے ان کے گھر پر جانا ہوا، حضرت مولانا نے کافی گرم جوشی سے استقبال کیا، تقریباً دو گھنٹے ان کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔

مولانا ظریف صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تعارف

نام: ظریف احمد قاسمی ندوی، فاضل: مدینہ یونیورسٹی۔ وطن: جگادھری، یمنا نگر، ہریانہ، ہند۔

تعلیم: حفظِ قرآن، درجۂ فارسی تا عربی کی تیسری جماعت ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۲ء تک مدرسہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، سہارنپور، اتر پردیش میں ہوئی۔

دو مہینے مدرسہ مظاہرِ علوم میں شیخ یونس جونپوریؒ کے پاس مختصر المعانی (۱۹۷۲ء میں) پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جماعتِ عربی پنجم تا دورۂ حدیث اور تکمیلِ ادب حضرت مولانا وحید الزماں کیرانوی کی سرپرستی میں دارالعلوم دیوبند میں۔

تخصص ادبِ عربی، ایک سال المعهد العالی للدعوة دار العلوم ندوة العلماء اور تربیۃ المعلمین کا ایک سالہ کورس دارالعلوم ندوۃ العلماء سے۔

ندوہ میں دیگر مصروفیات اور ذمّے داریاں: امین اللجنة فی التعبئة، مولانا اسحاق جلیس ندوی کے بعد ''پیامِ انسانیت'' کی ذمّے داری اور ''اطہر ہاسٹل شرقی'' کی نگرانی، الکلیة الشرعیة مدینہ یونیورسٹی کا چار سالہ کورس۔

تدریسی خدمات: جون ۱۹۸۵ء میں ہندوستان واپسی کے بعد جامعہ بیت العلوم، پپلی مزرعہ، ضلع: یمنانگر، ہریانہ سے بہ حیثیت مدرس وابستگی۔

۱۹۸۶ء اپنے وطن ''جگادھری'' میں دینی اور عصری تعلیم کا ایک بڑا ادارہ قائم کیا، اس میں پندرہ سو طلبہ زیرِ تعلیم ہیں، یہ ادارہ ''الرشید چیریٹیبل سوسائٹی'' کے ماتحت ہے، اس سوسائٹی کے ذریعے ہریانہ، پنجاب، ہماچل پردیش، مغربی اتر پردیش، اترا کھنڈ، بہار اور کیرالا وغیرہ میں اب تک پانچ سو مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔

ستمبر ۱۹۸۷ء میں بہ سلسلۂ ملازمت قطر آمد ہوئی اور یہاں کی وزارتِ داخلہ میں اکیس سال اور وزارت الشؤون والاوقاف کے شعبۂ دعوت میں تقریباً چھ سال خدمت انجام دینے کے بعد سبک دوشی اختیار کی۔

فی الحال قطر ہی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ قیام ہے اور بیک وقت بھارت اور

قطر میں دینی، دعوتی، اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بیعت واجازت: مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ سے ۱۹۹۱ء میں اجازت ملی، تصوف کے چاروں سلاسل کے بزرگوں سے خلافت حاصل ہے۔

الحمدللہ! بندے کو بھی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے سے خلافت اور بیعت کی اجازت عطا فرمائی؛ حالاں کہ اس کے متعلق نہ کوئی گفتگو، نہ تذکرہ، انھوں نے از خود بندے کو عطا فرمائی، یہ ان کی شفقت، محبت اور خوردنوازی کی بات ہے، جزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین۔

عصر کے بعد ہم مولوی زکی کے بہنوئی کے یہاں پہنچے، اس دن مولوی علقمہ کی جانب سے بہترین شاہی دعوت تھی، انھوں نے مخصوص عربی کھانے منگوائے تھے۔

عشا کی نماز کے بعد ہم ایئرپورٹ روانہ ہوئے، جہاں سے قطر ایئر لائنز سے جدہ کے لیے فلائٹ تھی، جدہ پہنچنے پر سعودی عرب میں ہمارے میزبانوں میں سے ایک ڈاکٹر افروز صاحب ہیں، وہ اور ان کے اہلِ خانہ بڑی خدمت کرتے ہیں؛ مگر اس وقت وہ مکہ مکرمہ میں معتکف تھے۔ اسی طرح ڈاکٹر مولانا عرفان صاحب بھی مکہ مکرمہ میں معتکف تھے، ان کے ڈرائیور ایئرپورٹ آچکے تھے، ہم ان کے گھر پہنچے، سحری کی، پھر دوپہر میں عمرہ ادا کیا اور اس کے بعد اسپیڈ ٹرین کے ذریعے الحمدللہ! مدینہ منورہ پہنچ گئے، زندگی میں کبھی عیدالفطر مدینہ منورہ میں ادا کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، بہت عرصے سے آرزو تھی، اللہ تعالیٰ نے اس سال اپنی خاص مہربانی سے یہ سعادت نصیب فرمائی۔

حکومتی صندوق

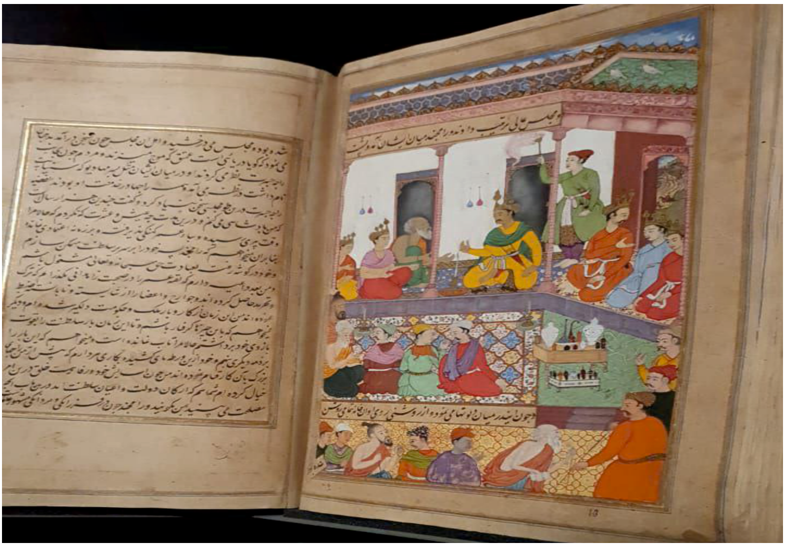

تصویر والی رامائن

مولانا جامی کے دیوان کا قلمی نسخہ

یہ نسخہ تقریباً ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ میں لکھا گیا

قطر نیشنل لائبریری

Qatar National library

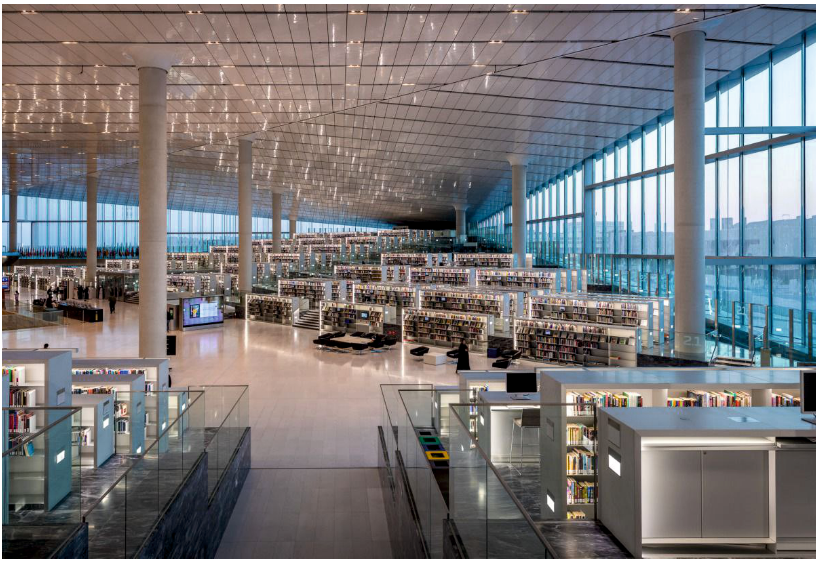

Pencil Pines صنوبر کا درخت

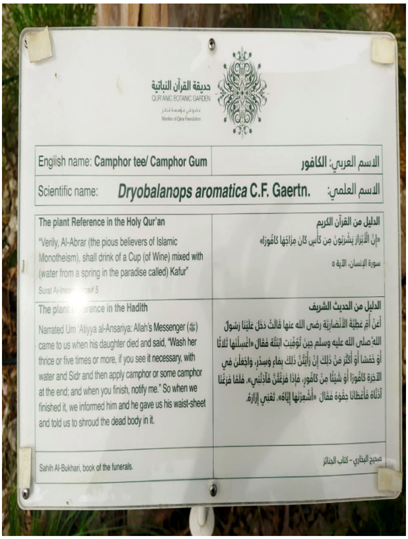

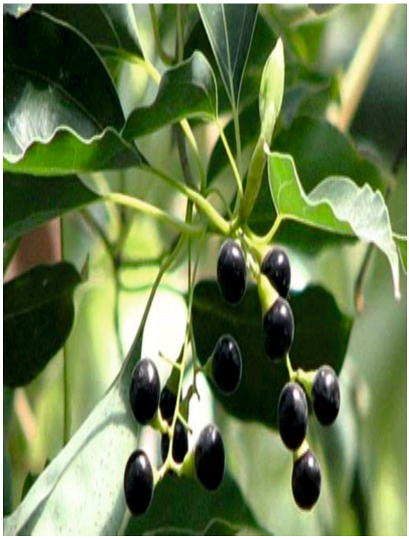

Camphor tee کافور

Henna مہندی

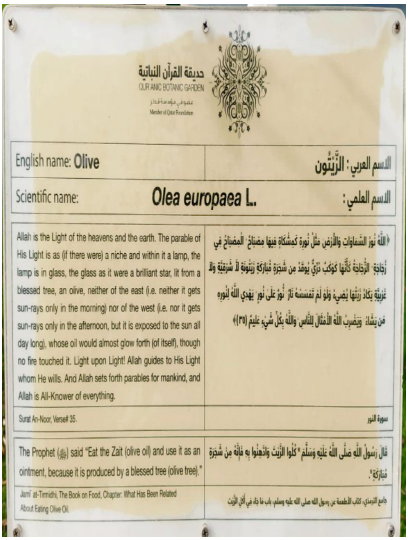

Olive زیتون

شعیر(جَو) Barley

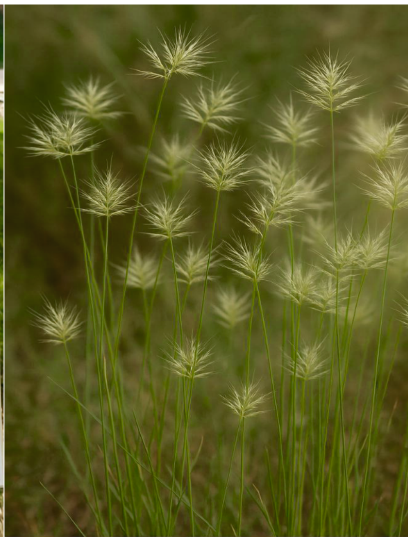

الجلیل–الثمام Camel Grass

Black Cumin کلونجی

Cumin سونف

Aloe Vera ایلوا

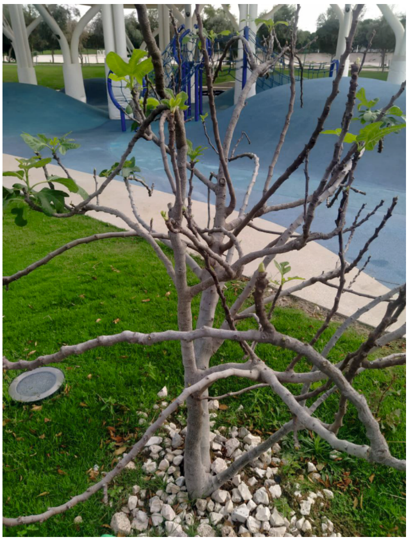

Edible Fig انجیر

أُتْرُج Citron

زعفران Safflower

Christ-thorn بیری

Toothbrush tree مسواک

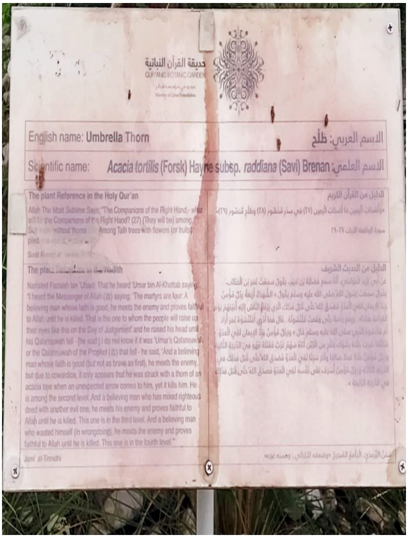

Umbrella Thorn الطَّلْح

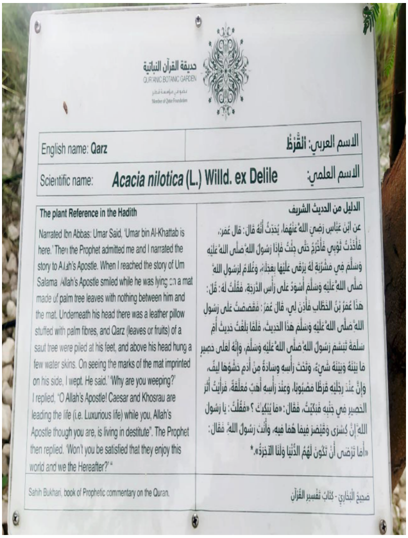

Qarz القرظ

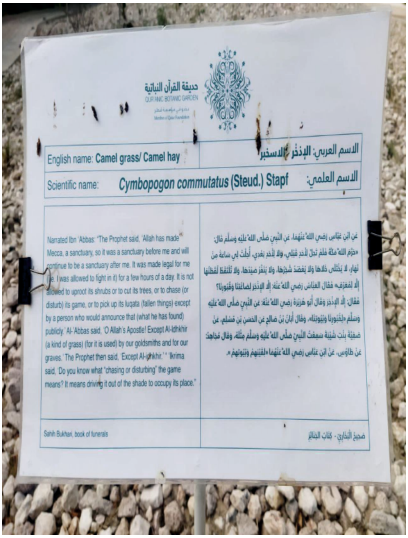

Camel Grass الإِذْخِر

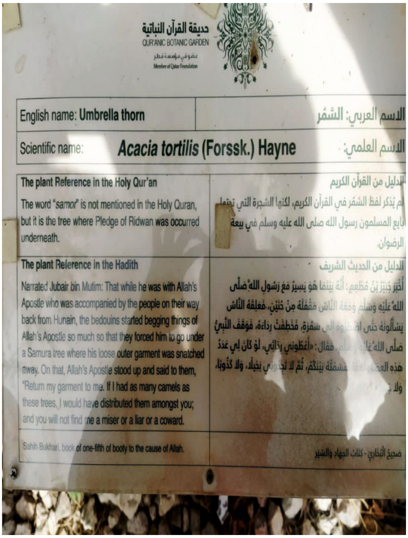

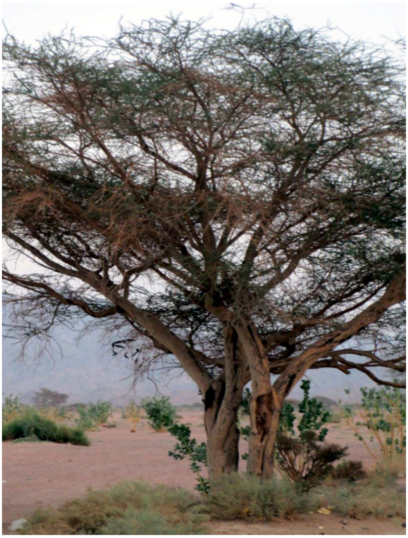

Umbrella Thorn ببول

سونامکھی Senna

الحفأ Cattail

کدو Gourd

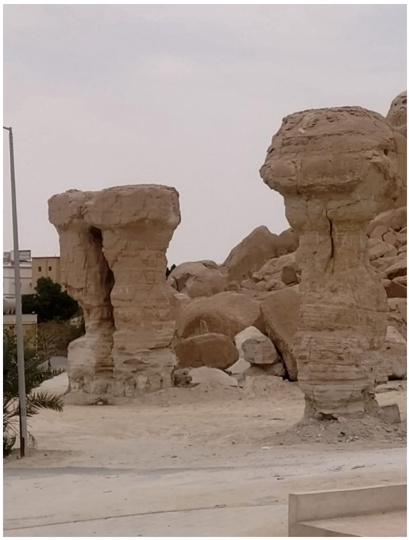

جبل القارہ

مسجدِ جُواثا

مسجدِ اشج بن عبدالقیس